رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

چہ گویم باز از آں جہاد رقادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا لواء

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اوٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا

پیشگی قیمت سالانہ

عوام	صہ
خواص و معاونین سے	عہ
ہندوستان سے باہر	ے
غیر مذاہب والوں سے	ہے ۱۲
اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ کم آمدنی والوں کو	عـــہ ۱۲

نمبر (۳۱) دار الامان قادیان مورخہ ۱۷ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء جلد (۸)

حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) لاہور میں

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر لاہور کے متعلق جو مضمون ہم بطور خود لکھنا چاہتے ہیں اور جو اس اشاعت سے شروع ہونا چاہئے تھا۔ اس کو پہلے بہت زیادہ ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی وہ پبلک تقریریں جو عام لوگوں کے سامنے مختلف اوقات میں ہوئی ہیں شائع کر دی جاویں۔ کیونکہ اس سلسلہ مضمون میں شاید بسبب طوالت ہو جانے کے جیسے ان تقریروں کی اشاعت میں زیادہ دیر ہو جاتی۔
(ایڈیٹر)

حضرت حجۃ اللہ کی تقریر

جو ۲۸۔ اگست سنہ ۰۴ء کو صبح کے سات بجے کے قریب ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مجمع کے درمیان آپ نے فرمائی۔

ایام برکت و مسرت

سب صاحب یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام میں بعض ایسے دن مقرر کئے ہیں کہ وہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالےٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں منجملہ ان دنوں کا ایک جمعہ کا دن ہے یہ دن بھی بڑا ہی مبارک ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو جمعہ ہی کو پیدا کیا اور اسی دن انکی توبہ منظور ہوئی تھی اور بھی بہت سی برکات اور خوبیاں اس دن کی ماثور ہیں ایسا ہی اسلام میں دو عیدیں ہیں ان دونوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے اور انمیں بھی عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔

لیکن

یوم توبہ

یاد رکھو کہ یہ دن بے شک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں لیکن ایک دن ان سب سے بھی بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن ہے۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور نہ اس کی تلاش ورنہ اگر اس کی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وہ اس کی پرواہ کرتے تو حقیقت میں وہ دن ان کے لئے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا! اور لوگ اسے غنیمت سمجھتے۔

وہ دن کونسا دن ہے؟ جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے۔؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو ان سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھکر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دن وہ بد اعمال نامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضب الٰہی کے نیچے اسے لا رہا تھا) دھو دیا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہوگا جو اسے ابدی جہنم اور ابدی غضب الٰہی سے نجات دیدے + توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے خدا تعالےٰ سے دور اور اسکے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ اب اس کے فضل سے اسکے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب اس سے دور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ

بے شک اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔ اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔

پس جو دن ایسا مبارک دن ہو کہ انسان اپنی بدیوں سے توبہ کرکے اللہ تعالےٰ کے ساتھ سچا عہد صلح باندھ لے اور اوس کے احکام کے لئے اپنا سر خم کر دے + تو کیا شک ہے کہ وہ اس عذاب سے جو پوشیدہ طور پر اس کے بد عملوں کی پاداش میں طیار ہو رہا تھا بچا یا جاوے گا اور اس طرح پر وہ وہ چیز پا لیتا ہے جس کی گویا اسے توقع اور امید ہی نہ رہی تھی۔

تم خود قیاس کر سکتے ہو کہ ایک شخص جب کسی چیز کے حاصل کرنے سے بالکل مایوس ہو گیا ہے۔ (اور اسے نا امیدی) اور یاس کی حالت میں وہ اپنے مقصود کو پالے تو اسکو کس قدر خوشی حاصل ہوگی۔ اس کا دل ایک تازہ زندگی پائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر کیا گیا ہے احادیث اور کتب سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان گناہ کی موت سے نکلکر توبہ کے ذریعہ نئی زندگی پاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ خوشی کی بات تو ہے ہی کہ انسان گناہوں کے نیچے دبا ہوا اور ہلاکت اور موت ہر طرف سے اوسکے قریب ہو۔ عذاب الٰہی اسکے کھا جانے کو طیار ہو کہ وہ یکا یک ان بدیوں اور بدکاریوں سے جو اس کو تباہ اور برباد کرنے کا موجب ہوتیں توبہ کرکے خدا تعالےٰ کی طرف آجاوے۔ وہ وقت خدائی خوشی کا ہوتا ہے۔ اور آسمان پر ملائکہ بھی خوشی کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ تباہ اور ہلاک ہو بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ اگر اسکے بندہ سے کوئی غلطی یا کمزوری بھی ظاہر ہوئی ہے پھر بھی وہ توبہ کرکے امن میں داخل ہو۔

پس

یاد رکھو کہ وہ دن جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ

جیسی جاتی ہیں۔ اور یہ تمام جلوس جو قوم کی شہرت و انبساط کے واسطے نکالے جاتے ہیں۔ اور اخبارات کو خوف دلانا جس سے علی العموم مشہور ہو جاتا کوئی اندیشہ نہیں کیا جاتا۔ اور تمام احمقانہ اور وحشیانہ خیالات جو روس سوسائٹی کے مغزوں میں سما گئے ہیں۔ اور بتدریج لوگوں تک بھی پھیلائے جاتے ہیں۔ یہ سب اسی خطرناک فعل کے نتیجہ کا اظہار کر رہے ہیں جو روزانہ سرزد ہو رہا ہے۔

آزاد اور بے لاگ فیلنگ لوگوں کو خوب جتا رہی ہے کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں ہرگز نہیں کرنا چاہئے لیکن جس قاتل نے قتل عام شروع کر دی ہے اب وہ اسکو بند نہیں کر سکتا۔ پس روسیوں کا خیال ہے کہ جس خونریزی کی بنیاد ڈالی گئی ہو یہ جنگ کی تائید کے واسطے ناقابل تردید دلیل ہے پس جو جنگ چھڑ گئی ہے اب بند نہیں ہو سکتی چاہئے زمانے بہت شعلہ ہائے قیامت برپا کرنا چاہتے ہیں کہ انسان اپنی مرضی کا مالک نہیں لہذا اگرچہ اسکی سمجھ میں بھی آ جائے کہ جو کام اس نے شروع کیا ہے وہ سراپا بیہودہ ہے۔ پھر بھی اس کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ پس اسطرح وحشی پاگل بلا ہلاکت کا کام کئے چلے جاتے ہیں۔

باب چہارم

کسی سپاہی یا نن کمشنڈ افسر سے جو اپنے بڑھے والدین بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر میدان کارزار میں گیا ہو پوچھو کہ کیوں تم ان لوگوں کو قتل کرنے کے واسطے مستعد اور کمربستہ ہو رہا ہے جن کی اس سے کبھی شکل بھی نہیں دیکھی۔ پہلے تو آپ کے اس سوال سے حیران ہوگا۔ کیونکہ یہ سپاہی ہے اور اس لئے اپنی حلف کا پابند ہے اور اپنے کمانڈروں کے احکام بجا لانے کو مجبور ہے اور پھر جب آپ اس کو تاکید کریں گے کہ جنگ یعنی نوع انسان کا قتل کرنا احکام انجیل کے خلاف ہے چنانچہ مقدس نوشتوں میں لکھا ہے وہ کسی کو ہلاکت کر۔ تو یہ فوراً اس کا جواب دیگا کہ "اگر ہمارے لوگوں پر حملہ کیا ہو تو پھر کیا کرنا چاہئے؟ بادشاہ کی خاطر اور روس کے واسطے جنگ کرنا عین ثواب ہے۔" (چنانچہ ایک شخص نے میرے سوال کا جواب دیا۔ کہ "اگر کوئی شخص اسپر حملہ کرے جو کچھ ہمارے نزدیک مقدس ہے تو پھر کیا کیا جائے؟ وہ میرے پوچھا کہ "اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" اس نے کہا کہ وہ جیسے ترکی اگر اب اس سپاہی کے دلپر منقوش کریں کہ خدا کا حکم صرف حبنی سے ہی بہت ضروری ہے نہیں کہ دنیا میں ہر انسان سے ... نیز پر بھی خاطر ہو جائے گا اور خفا ہو کر حکام کے پاس رپورٹ کریگا۔

پھر کسی جرنیل سے پوچھو کہ وہ میدان جنگ میں کیوں جاتا ہے تو یہ آپ کو صاف کہیگا کہ میں جنگی آدمی ہوں جنگی یا ملک کی حفاظت کیواسطے

بہت ضرورت ہے گرچہ یہ مسائل قانون کے خلاف ہو نا اس کو فوری بھی نہیں کھٹکتا ہے۔ پس یہ قانون کا قصور نہیں بلکہ قانون کی تو یہ سمجھ ہے جو لوگ واقف کرتے گئے ہیں اور سیاسی حیثیت میں یہ ہمیشہ ہی کہیگا کہ "استوقت ہر جگہ آبائی ملک پر افسار بڑی ہوئی ہو ہمیں بحث کرنے کا وقت نہیں بلکہ کام کرنے کا ہے۔"

پھر ڈپلومیٹسٹ لوگوں سے پوچھے کہ کیوں یہ مکاری اور فریب سے جنگ کو پھیلاتے ہیں؟ تو یہ فوراً جواب دیں گے کہ یہ ہماری اصلی اپنی شعور کے اظہار سے زمین میں امن قائم رکھنا چاہتے ہیں اور یہ مدعا خیال شعور یوں سے ہرگز نہیں اسقدر بلکہ ڈپلومیٹک کاروائی یا جنگ کیلئے ہمیشہ تیار رہنے سے حاصل ہو سکتا ہے جسطرح کہ مدعی اسکنساس اپنی نکاہر وائیوں کے متعلق سوال کرنے کے بجائے کوئی عام سوال پیش کر دیتے ہیں اسطرح ڈپلومیٹسٹ لوگ بھی روس کے مفاد کا یا دیگر بادشاہوں کی منصوبوں یا یورپ میں طاقت کی میزان کا تذکرہ کر دیتے ہیں اور اپنے افعال و اعمال کو چھپا جاتے ہیں۔

پھر اخبار نویسوں سے پوچھئے کہ یہ کیوں اپنی تحریروں سے لوگوں کو جنگ کی ترغیب و تحریص دلاتے ہیں تو ان کے پاس سوا اس کے کوئی جواب نہیں ہوگا کہ جنگ بالعموم ضروری اور مفید ہے بالخصوص موجودہ جنگ اور اسکی تائید کیواسطے جہوٹ منطق جیسا شروع کر دینگے اور جنگی آدمی اور ڈپلومیٹسٹ کیطرح غیر متعلقہ سوال سوال چھیڑ دینگے۔ یا قوم۔ ملک یا تہذیب اور یورپ جنوں کے عام فائدہ کا رونا شروع کر دیں گے۔ اگر آخر میں قائل کرنے سے یہ مان بھی جائیں گے کہ جنگ کرنا اچھا نہیں تاہم اسباب یہ مصر ہوں گے کہ اسوقت جنگ کا بند کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ انکو بحیثیت روسی اپنی اعلیٰ اور برتر پوزیشن۔ اول سلف گورنمنٹ۔ ڈاکٹروں اور دیگر اس کی عزت کا خیال ہے۔ بحیثیت مجموعی بحث کرنیکا موقع نہیں بلکہ کام کرنے کا ہے۔ یہی وہ جواب ہوگا جو اس تمام کاروائی کا ذمہ وار ہے۔ اسکو بھی سپاہی کیطرح اس سوال سے حیرت ہوگی کہ آیا اب جنگ ضروری ہے؟ مگر جنگ کو بند کرنے کا اپنا ارشاد گذرے گا اور کہے گا کہ اب اس قدر گریز نہیں ہو سکتا جبکہ تمام قوم متقاضی ہے اور دل سے جنگ کا مرحوم خیال کرتا ہو اور سلطنت عالیہ اس کا نام سنانے کیواسطے زمین و آسمان ایک کرنے کو تیار ہو تاہم موجودہ حالات میں نہ تو اس کا اعلان کرنے گریز کر سکتا ہے اور نہ اسکی اجرا کو روک سکتا ہے کیونکہ یہ روس کی عظمت اور شان و شوکت کیواسطے ضروری ہے۔

یہاں سے ہر ایک شخص سے جب یہ سوال دریافت کیا جائیگا۔ تم جس حال میں اپنے آپ کو قانون عیسوی کا پابند کہتے ہو اور یہ وہ قانون ہے جس کے حرف بحرف کسی کو قتل کرنے ہی کی ممانعت نہیں بلکہ

ان کے ساتھ بہادرانہ پیار کرنیکا حکم ہے تو کیوں نیزوں سے مار اور ہلاکت کیواسطے جنگ میں شریک ہوتے ہو تو یہ ہمیشہ یہی جواب دیگا کہ میں اپنے آبائی ملک۔ ایمان۔ حلف۔ عزت۔ تہذیب یا تمام انسانی ذات کی آئندہ بہبودی کیواسطے جنگ میں شریک ہوتا ہوں۔ الغرض یہ لوگ ہمیشہ جنگ کی تیاریوں میں یا اس کے متعلق بحث و مباحثوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اور جو کچھ فرصت ان کاموں سے بچتا ہے وہ آرام کرنے میں بسر کرتے ہیں اور اسطرح ان کو اپنی زندگی کی بابت سوچنے اور بحث کرنے کیواسطے کوئی وقت نہیں ملتا۔ (باقی آئندہ) (ادمن)

مادرِ مہربان

عربی اخبار مصر ثمرات الفنون بیروت کے سابقہ نمبروں میں کسی نامہ نگار نے تعلیم و تربیت کے بارے میں ایک مضمون شائع کرایا ہے جس کا ترجمہ ہم ناظرین الحکم کیلئے چھاپ دیتے ہیں:

وہ عورت جو بیش قیمت الماس و جواہرات و زیورات سے مزین اور عمدہ و اعلیٰ لباسوں میں ملبوس ہو اور اس کے گرد اگرد خادمہ و سہیلیاں ہر وقت موجود رہتی ہوں اور وہ جلال و بزرگی کے تخت پر ہر وقت متمکن ہو اور جملہ مخلوقات اس کے حکم کے ماتحت ہو کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت اکثر اوقات اپنی سہیلیوں وغیرہ کی زیارت و ملاقات ہی میں صرف کرتی ہو جنکا شغل غیبت۔ اس کا اکثر کام ہو اور بیہودہ و لاطائل کلاموں و کاموں میں پڑنا اس کا شغل ہو کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت اپنے بچوں کو گالیاں دے اور ان کو مارے دھکورے اور ان کے لئے موت و ہلاکت و امراض و بلاؤں کی آرزو کرے اور انکو بدلہ و انتقام لینے کی غرض سے جھڑکیاں دے کیا وہ مادر مہربان کہلا سکتی ہے۔

جو عورت اپنے بچوں کو کبر و انانیت و غرور و بیکاری کا سبق دے اور ان کو اپنا برا نمونہ دکھلائے کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت دولتمند و غنی ہو کر دنیا سے پیار رکھے اور طبیعت میں بخل بے شمار رکھتی ہو اور فقرا و مساکین کو تنگ کرے اور نرمی و رحم و رافت سے اغماض و کنارہ کشی کرے اور اگر مفلس و تنگدست ہو تو کام کرنے سے دل چرائے اور اپنی اور اپنے کنبے کی پرورش کیلئے دوسروں کے پاس جا کر دست سوال پھیلائے کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

جو عورت اپنی اولاد کے منہ و لباس گندہ گندہ و میلا ہونے کے باعث اون کی طرف نظر بھی نہ کرے اور انکی سختی و درشتی کلام اور انکی خباثت و غضب کے باعث نہ ان کی بات سنے اور نہ انکو اپنے پاس بیٹھنے دے کیا وہ مادر مہربان ہو سکتی ہے۔

مادر مہربان وہ ہو سکتی ہے جو سب امور سے پہلے اپنی واجبات دینی ادا کرنے اور عام و خواص کے نزدیک اپنی عادات و سیرت کو درست رکھنے کا بہت اہتمام کرتی ہو مادر مہربان وہی ہو سکتی ہو جو عقل و دانائی سے اپنے بچوں کے دلوں میں اخلاق فاضلہ و اوصاف حمیدہ مرکوز و منقش کرے اور انکو اپنا ایک نمونہ دکھلائی ہو ان کی زبان پر کلمات تحمید و تسبیح پروردگار کا ورد و وا دے فرض عبادات ایزدی کی انکو مشق کرائے۔ اور حتی الامکان اخلاق رذیلہ و عادات بد سے انکو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے

فرض کرو کہ ایک کنبہ ہو جس میں ایک باپ۔ ایک ماں اور چار بیٹے ہوں جن کا گھر شہر کے کسی کونہ میں سکون دینے والے درخت کی شاخوں وغیرہ سے جنگل جیسا ہو۔ اس کے ایک کونہ میں ایک عورت صاف لباس پہنے ہوئے بیٹھی ہو جس کے چہرہ سے وقار و متانت ٹپکتی ہو اور وہ اپنے وطن کا کوئی کپڑا سی رہی ہو اپنے نازک لڑکوں کے سہارے اپنے ننھے بچے کو تھپتھپا رہی ہو اور اس کو شیریں آواز سے سلا رہی ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے دو بیٹے مدرسے سے آ کر گھر میں داخل ہوں اور ان کے چہروں پر خشیت و مہابت کے آثار موجود ہوں اور وہ وقار و تمکنت سے والدہ کو آکر سلام کریں اور اس کے ہاتھ چوم کر با ادب بیٹھ جاویں اور اپنی والدہ کے حکم کے منتظر ہوں کہ وہ اسکی تعمیل کریں۔ ایسے بچوں میں نزاہت و طہارت و پاکیزگی کے آثار ضرور پائے جائیں گے اور مہربان ماں نے ادب ان کے دلوں میں مرکوز و منقوش کیا ہوا ہے۔ اسکے بعد وہ اپنے بچوں سے پوچھتی ہو کہ آج کے دن جو بات تم نے سیکھی ہے وہ سناؤ وہ بیچارے صاف اور واضح طور سے اپنی والدہ کے آگے بیان کر دینے میں تھوڑی دیر کے بعد باپ گھر واپس ہوتا ہے اور اس کے دو بڑے بیٹے بھی ساتھ ہیں جو کام کاج کر کے تھکے ماندے ہو کر گھر پہنچے ہیں جونہی وہ گھر پہنچتے ہیں وہ بڑی بشاشت و کشادہ روئی و تبسم کو پیش آتی ہے جس سے انکو سارے دن کی محنت و کلفت بھول جاتی ہے اور رات کی روٹی جو کچھ میسر ہو بڑی محبت و الفت و اتفاق سے سب اکٹھے تناول کرتے اور رازق مطلق کا شکر بجا لاتے ہیں اسوقت انسانیت پکارتی ہے کہ میں جس چیز کو ڈھونڈتی تھی پا لیا۔ میں نے اپنی گم شدہ چیز کو پا لیا۔ یہ ہے وہ مادر مہربان و ام صالحہ جو حقیر و غریب گھر میں ہو اور اس میں صفات و اعمال مطلوبہ موجود ہیں تو خوشخبری ہو اس گھر کو جس میں ایسی مادر مہربان و ام صالحہ موجود ہو۔ +

مذہبی دنیا پر نظر

ہندوستان میں آج کل نت نئی مذہبی سوسائٹیاں جنم لے رہی ہیں۔ اور ابھی سوسائٹی جنم ہی لیتی ہے کہ اسکے فرقے در فرقے پیدا ہونے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر ان کا باہمی جائداد وغیرہ کی نسبت جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ پرانے مٹھو وغیرہ کے متعلق بھی آئے دن مقدمات دیوانی عدالتوں میں دائر ہوتے رہتے ہیں۔ ان سب کی راہبری کے لئے کام دینے اور آئندہ کے جھگڑوں سے چھڑانے کے لئے سکاٹلنڈ کی عیسائی پریسبٹیرین چرچ کے متعلق ایک پادری کی تقریر پر اس جگہ کے عیسائیوں نے اپنا نامنظور کرنے کا استحقاق جتلایا۔ جس میں پارلیمنٹ کے ہاؤس آف لارڈز نے قرار دیا۔ کہ عام عیسائیوں کو ایسے انکار کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس پر ۴۹۶ پادریوں اور پرافیسروں نے اپنے مالی حقوق محض اپنے آقا کی آواز کیمطابق چلنے کی خاطر چھوڑ دئے۔ اور تقریباً پندرہ روپیہ سالانہ کی آمدنی کو جواب دیدیا۔ ان لوگوں نے علیحدگی اختیار کر کے بڑے جوش سے کام کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکی قائم کردہ "فری چرچ سکاٹلنڈ" میں پچاس برسوں کے اندر ہی ۱۲۶۸ پادری ہو گئے۔ جن کے ممبران کی تعداد چار لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ اور جن کے پیروان کی تعداد پندرہ لاکھ سے کم نہیں سمجھی جاتی انکے پاس ۱۰۶ گرجا گھر اور اسکے مطابق سامان بھی اکٹھا ہو گیا۔ جب انہوں نے اسقدر ترقی پکڑی تو پرانی "پریسبٹیرین چرچ" نے ان کو پھر سے اکٹھے ہو جانے کے لئے متحرک کیا۔ اس پر بڑی بھاری کونسل ہوئی۔ اور ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو کثرت رائے سے فیصلہ ہوا۔ کہ "فری چرچ" اور "یونائیٹڈ پریسبٹیرین" دونوں آپس میں ملجاویں۔ فری چرچ کے عام جلسہ میں ۶۴۳ رائیں ملنے کے حق میں تھیں۔ اور ۲۷ رائیں برخلاف تھیں۔ دوسرے دن سائیڈ کی اتفاق رائے سے یونائیٹڈ فری چرچ ایک عام جلسہ میں بنائی گئی۔ جس میں چھ ہزار آدمی جمع تھے۔ قلت رائے نے کثرت سے علیحدگی اختیار کر کے نہ صرف دینی آرگینیزیشن ہی علیحدہ بنالی۔ بلکہ اپنے چرچ کی کل جائداد کے قبضہ کا دعویٰ کیا۔ جو بوقت انکی علیحدگی کے موجود تھی سکاٹلنڈ کی ماتحت عدالتوں میں برابر فیصلہ کثرت رائے کے حق میں ہوتا رہا۔ لیکن جب خاتمہ پر مقدمہ برٹش ہاؤس آف لارڈز میں گیا۔ قبل مقدمہ کے بحث شروع ہونے کے کثرت رائے کیطرف سے راضی نامہ کا سوال پیش کیا گیا۔ اور علاوہ ساڑھے سات لاکھ روپیہ کے بہت سے گرجا کے مکان بھی پیش کئے گئے۔ لیکن قلت رائے والوں نے اس کو ایک اصول مذہبی کا سوال قرار دیکر راضی نامہ کرنے سے انکار کیا۔ آخر کار بحث شروع ہوئی۔ اور ۱۵ دنوں تک برابر جاری رہی اور ہاؤس آف لارڈز نے فیصلہ یہ دیا۔ کہ چونکہ "فری چرچ" کے جلسہ عام کو مذہبی عقائد کی نسبت نئے قواعد بنانے کا اختیار نہیں تھا۔ اور چونکہ انہوں نے ایسا کیا۔ اسلئے کل جائداد وغیرہ ان کو ملنی چاہئے۔ جو کہ ان کی عقاید پر اب تک قائم ہیں۔ جنکی بنا پر کہ ۱۸۴۳ء میں اول "فری چرچ" "پریسبٹیرین چرچ" سے علیحدہ ہو کر قائم ہوئی تھی۔ گو بعض انگریزی اخباروں کی رائے اس فیصلہ کے برخلاف نظر آتی ہے۔ تاہم میری رائے میں یہ فیصلہ بالکل ان اصولوں کے مطابق ہوا ہے۔ جو کہ ایک مذہبی تحریک کے محرک ہوا کرتے ہیں۔ کسی مذہب کے کام میں کوئی بھی آدمی اسلئے دان یا چندہ نہیں دیتا۔ کہ وہ کثرت رائے کے مطابق خرچ ہوگا۔ بلکہ وہ محض اس خیال سے دیتا ہے۔ کہ فلاں فلاں عقائد کے پھیلانے میں یہ روپیہ مدد دیگا۔ اسلئے انصاف کا چاہتا ہے۔ کہ اگر کثرت کی رائے اصل عقائد سے انحراف کر جاوے۔ تو جو جائداد یا دھن کہ خاص عقائد کے پھیلانے کیلئے جمع کیا گیا ہے۔ وہ انہیں کے پھیلانے میں خرچ کیا جاوے۔ انگلستان کے لوگ شریف ہیں۔ اور اس لئے جہاں عدالت نے فیصلہ دیا۔ فوراً اپنے فرائض کو سمجھ لیتے ہیں یہ انگلینڈ کا ہی حوصلہ ہے۔ کہ لبرل پارٹی کی تمام کثرت رائے اپنے برخلاف دیکھکر لارڈ روزبری فوراً لیڈرشپ سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں فیشنگ سنگھ کے برخلاف ۶ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ کا مسئلہ عملاً جاری ہے۔ اور ایسی حالت کی موجودگی پر جو نیک نیت آدمی سوسائٹیوں کے بکھیڑوں سے علیحدہ ہو کر پرماتما کا بھجن کرتے ہوئے اپنے ہم جنسوں کی سیوا کرنا چاہیں۔ ان کو بزدل اور مکروہ کہا جاتا ہے۔ اس ملک میں ابھی شخصی ترقی کی بڑی بھاری ضرورت ہے۔ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ جب تک کم ازکم ایک کروڑ آدمی محض اپنی شخصی ترقی میں لگ کر اپنے آپ کو آدرش نمونہ نہ بنالیویں۔ تب تک اس جگہ سوسائٹی کی ترقی کا نام نہیں لینا چاہئے۔ لیکن جو بیل کولہو میں جوت لئے گئے ہیں۔ وے کیا کریں۔ انکے لئے تو ہے نہ جائے ماندن نہ جائے رفتن کا معاملہ ہے

اس شراب میں خاص مسیحی اثر ہوگا

عیسائیوں کے رومن کیتھولک خاص مٹھ کا نام چارٹریوز ہے۔ وہاں کے پادری ایک طرف تو مسیح کا ورد کرتے ہوئے مالا جپتے اور دوسری طرف شراب کی نہایت اعلیٰ کشید کرتے۔ نامہ نگار اخبار ڈیلی نیوز پیرس سے لکھتا ہے۔ کہ یہ مٹھ اپنے پادریوں کی پاک زندگی کیلئے مشہور نہیں ہے بلکہ محض پادریوں کی کھینچی ہوئی شراب کی نفاست کے لئے مشہور ہے۔ لیکن اب چونکہ اعلیٰ برانڈی کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ اس لئے اس مٹھ کے پادریوں نے بھی اپنی شراب کی طیاری کے لئے کم قیمت کی برانڈی خود بنانی شروع کر دی ہے ہندوستان کے لئے تو یہ خبر کچھ نئی نہیں کیونکہ یہاں مذہبی مٹھوں کے ماتحت شراب کی دوکانیں اور گانجہ چرس۔ بھنگ وغیرہ کی حرف دوکانیں ہی نہیں کھلی رہتیں۔ بلکہ مٹھ میں استعمال کے لئے یہ سامان اکٹھا جمع رہتا ہے۔ لیکن آریہ سماجیوں کے لئے یہ خبر واقعی حیرت انگیز ثابت ہو گی۔ لیکن آریہ سماجی لوگ بھول جاتے ہیں۔ کہ جب مسیح کے لہو کی جگہ شراب پینے کی اجازت عیسائیوں کے مذہب دیتا ہے۔ تو پادریوں کا اسے فروخت سے روزی پیدا کرنا کچھ بھی تعجب انگیز نہیں ہے۔

انتہائے دنیا و وجود قیامت کے عقلی و نقلی دلائل

خود کیجو سلسلہ کیلئے الحکم مورخہ ۳ اگست ۱۹۰۴ء

خداوند کریم قیامت و حشر و نشر کے بارے میں بہت سی آیات پیش کرتا ہے۔ جن کے معنے بجز آخروی زندگی۔ قیامت کے تاویلاً بھی اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ مثلاً وہ مقام قابل غور ہے جہاں خدا تعالےٰ جملہ بنی نوع آدم کی پیدائش کا احوال بترتیب بیان کر کے اسکے بعد فرماتا ہے ثم انکم بعد ذالک لمیتون ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون: پس یہ وہی قیامت ہے جو رب العالمین نے جملہ مخلوق بنی آدم اولین و آخرین کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں مر کر جی اٹھینگے۔ الاٰخرۃ خیر و ابقیٰ۔ آخروی زندگی اچھی اور دیرپا ہے سچ ہے اس دنیا میں کچھ پائداری نہیں۔ مشاہدہ بھی یہی سبق دیتا ہے۔ ولعذاب الاٰخرۃ اشد و ابقیٰ آخرت میں عذاب ہوگا۔ تو بھی دیرپا اور ثواب ملے گا۔ تو وہ بھی پائدار ہوگا۔ سینکڑوں انسان یہاں باوجود مستحق عذاب و ثواب یوں ہی گذر جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کا پورا پورا حساب قیامت کو ہوگا۔ خداوند تعالےٰ دنیا کی زندگی کو ناقص و ناتمام فرماتا ہے۔ وما الحیوٰۃ الدنیا الا لھو و لعب۔ اس کے بدلے معنی اور پاک زندگی ضرور چاہئے۔ پس وہ آخرت میں ہی ملیگی ان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان۔ زندگی تو آخرت میں ہی ہوگی۔ یہاں تو موت ہی موت ہے صلحاء و اہل اللہ کو جو یہاں حیات طیبہ ملتی ہے وہ اس آخروی زندگی کا ابتدا ہوتا ہے۔ یہ بات داخل فطرت انسانی ہے۔ اور قدرتاً ہر ایک دانشمند و احمق و عالم و جاہل و مہذب وغیر مہذب چاہتا ہے۔ اور ہر ملک و ملت کے لوگ ہر زمانہ میں یہ آرزو رکھتے اور چاہتے رہے ہیں۔ کہ ان کو ملاد سے یادگار اشیاء ایلو آمر سے پس از مردن یاد کیا جاوے۔ اور جملہ صلحاء و انبیاء کی یہی خواہش رہی کہ اولاد سے۔ خیر جاری سے یا کسی دوسرے نیک پیرایہ سے دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جاویں۔ جو ان کے لئے باعث یادگار ہو۔ اس خواہش میں بقائے روح ہی کا خیال مضمر ہے۔ کیونکہ اگر آدمی مرنے سے معدوم ہو جاتا۔ تو دنیا میں یادگار رہنے سے اسکو کیا فائدہ تھا۔

سوال۔ بعض انسان بقائے روح کو مستبعد سمجھتے ہیں۔ جواب۔ ہم کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ جملہ ارواح کو کلمات اللہ فرماتا ہے۔ پس جبکہ انسان ضعیف البنیان فونوگراف جیسے آلات میں اپنے کلمات و الفاظ کو دراز مدتوں تک محفوظ رکھ سکتا ہے۔ تو خداوند تعالےٰ خالق ارواح و اشباح کے آگے اپنے کلمات یعنے ارواح کا محفوظ رکھنا کون سی مشکل بات ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جاوے تو اس عالم کا وجود ایک انسان کی طرح دیکھتے ہیں کا ہر ایک جز بمنزلہ اعضائے انسان کے ہے جیساکہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ تو اسکے اعضائے شنوائی و بینائی وغیرہ میں ضعف و کمزوری آ جاتی ہے۔ اور بالآخرۃ مر جاتا ہے۔ ایسا ہی حال اس عالم کا ہے۔ ایک دن ضرور اس پر مرض الشیب کا غلبہ ہو کر اس کا خاتمہ ہوگا۔ اب ہم کتاب نور الدین سے اثبات قیامت من القرآن کے دلائل نقل کرتے ہیں۔ جو حضرت مولانا نور الدین صاحب نے لکھتے ہیں (اسسٹنٹ ایڈیٹر الحکم)

قیامت کے ثبوت میں ایک نرالا مضمون اور اس طرز کو میں نے کہیں اور جگہ دیکھا نہیں۔ مگر میرے ایک نہایت پیارے دوست جو بسبب مدرس ہونے کے ریاضی دان تھے۔ انہوں نے مجھے محبت اور حسن ظن کے باعث ایک بار فرمایا۔ کہ قرآن کریم میں قیامت کے ثبوت صرف امکان قیامت کو ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً کھیتوں سے تشبیہ۔ سونے اور جاگنے کی تشبیہ سے قیامت اور حشر اجساد کو بعد الموت ثابت کیا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا نہ مولانا آپ ریاضی دان ہیں۔ اس لئے میں ایک ریاضی کا مسئلہ عرض کرتا ہوں۔ جو مثبت تو قیامت ہے۔

اربعہ متناسبہ کا قاعدہ رول آف تھری آپکے یہاں اور عقلا کے سامنے مسلم اور صحیح ہے کہ نہیں۔ فرمایا کہ صحیح ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ یہ نیاز مند اسی طریق ثبوت قیامت کا قرآن کریم سے حضور کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور بطور مثال چند آیات سناتا ہوں۔ سورہ بقرہ پہلے پارہ میں آیا ہے أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ٥

قرار ہے بہت ہی مبارک دن ہے۔ اور سب ایام سے افضل ہے کیونکہ وہ اس دن نئی زندگی پاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے قریب کیا جاتا ہے۔

(اور)

اسی لحاظ سے یہہ دن جس میں حق میرے بہتوں نے اقرار کیا ہے کہ میں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتا رہوں گا) یوم توبہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے موافق میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک شخص کے جس نے سچے دل سے توبہ کی ہے پچھلے گناہ بخشدئے گئے اور وہ التائب من الذنب کمالاذنب لہ کے نیچے آگیا ہے۔ گویا کہہ سکتے ہیں کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ اس کے لئے یہہ شرط ہے کہ حقیقی پاکیزگی اور سچی طہارت کی طرف قدم بڑھایا جاوے اور یہہ توبہ صرف لفظی توبہ ہی نہ ہو۔ بلکہ عمل کے نیچے آجاوے یہہ چھوٹی سی بات نہیں ہے کہ کسی کے گناہ بخش دے جاویں۔ بلکہ ایک عظیم الشان امر ہے۔

دیکھو انسانوں میں اگر کوئی کسی کا ذرا سا قصور اور خطا کرے تو بعض اوقات اوسکا کینہ پشتوں تک چلا جاتا ہے شخص نسلاً بعد نسل تلاش حریف میں رہتا ہے کہ موقع ملے تو بدلہ لیا جاوے۔ لیکن اللہ تعالےٰ بہت ہی رحیم کریم ہے انسان کی طرح سخت دل نہیں جو ایک گناہ کے بدلے میں کئی نسلوں تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اور تباہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ رحیم کریم خدا ستر برس کے گناہوں کو ایک طرح ایک لحظہ میں بخش دیتا ہے یہہ مت خیال کرو کہ وہ بخشش ایسا ہے کہ اس کا فائدہ کچھ نہیں۔ نہیں وہ بخشش حقیقت میں فائدہ رساں اور نفع بخش ہے اور اسکو وہ لوگ خوب محسوس کرسکتے ہیں۔ جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی ہو۔

نزول بلا کی فلسفی

بہت سے لوگ اس امر کے خائل ہیں کہ انسان پر جو بلائیں آتی ہیں وہ بلا کوئی وجہہ یونہی آجاتی ہیں۔ یا اون کے نزول کو انسان کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسا خیال بالکل غلط ہے۔ یہہ خوب یاد رکھو کہ ہر بلا جو اس زندگی میں آتی ہے یا جو مرنے کے بعد آئے گی جیسا ہمیں یقین ہے اسکی اصل جڑ گناہ ہی ہے۔ کیونکہ گناہ کی حالت میں انسان اپنے آپکو ان انوار اور فیوض سے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں پرے ہٹا دیتا ہے اور اس اصل مرکز سے جو حقیقی راحت کا مرکز ہے ہٹ جاتا ہے اسلئے تکلیف کا آنا اس حالت میں اسپر ضروری ہے

اقسام بلا

یہہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انبیا اور راستبازوں پر بھی بعض اوقات بلائیں آجاتی ہیں اور بڑی مصائب اور شدائد میں ڈالے جاتے ہیں لیکن یہ گمان کرنا کہ وہ مصائب اور بلائیں کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہیں خطرناک غلطی اور گناہ ہے۔ ان بلاؤں میں جو خدا کے راستبازوں اور پیارے بندوں پر آتی ہیں اور اون بلاؤں میں جو خدا تعالیٰ کے نافرمانوں اور خطاکاروں پر آتی ہیں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے کہ ان کے اسباب بھی مختلف ہیں۔

نبیوں اور راستبازوں پر جو بلائیں آتی ہیں انہیں انکو ایک صبر جمیل دیا جاتا ہے جس سے وہ بلا اور مصیبت انکے لئے مدرک الحلاوت ہوجاتی ہے وہ اس سے لذت اوٹھاتے ہیں اور روحانی ترقیوں کے لئے ایک ذریعہ ہوجاتی ہیں۔ کیونکہ ان کی درجات کی ترقی کے لئے ایسی بلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ جو ترقیات کے لئے زینہ کا کام دیتی ہیں۔ جو شخص ان بلاؤں میں نہیں پڑتا اور ان مصیبتوں کو نہیں اوٹھاتا۔ وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کرسکتا۔

دنیا کے عام نظام میں بھی تکالیف اور مشقتوں کا ایک سلسلہ ہے جس میں سے ہر ایسے شخص کو جو ترقی کا خواہاں ہے گذرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان تکالیف اور شاقہ محنتوں میں باوجود تکالیف کے ایک لذت ہوتی ہے جو اسے کشاں کشاں آگے لئے جاتی ہے برخلاف اس کے وہ مصیبت اور تکالیف جو انسان کی اپنی بدکرداری کی وجہہ سے اسپر آتی ہے وہ وہ مصیبت آتی ہے جس میں ایک درد اور سوزش ہوتی ہے جو اسکی زندگی اسکے لئے وبال جان کردیتی ہے وہ موت کو ترجیح دیتا ہے مگر نہیں جانتا کہ یہہ سلسلہ مرکر بھی ختم نہیں ہوگا۔

غرض

بلاؤں کے نزول میں ہمیشہ سے قانون قدرت یہی ہے کہ جو بلائیں شامت اعمال کی وجہہ سے آتی ہیں وہ الگ ہیں اور خدا کے راستبازوں اور پیغمبروں پر جو بلائیں آتی ہیں وہ اونکی ترقی درجات کے لئے ہوتی ہیں +

بعض جاہل جو اس راز کو نہیں سمجھتے وہ جب بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اس بلا سے فائدہ اوٹھائیں اور کم از کم آئندہ کے لئے مفید سبق حاصل کریں اور اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کریں کہہ دیتے ہیں کہ اگر ہم پر مصیبت آئی تو کیا ہوا۔ نبیوں اور پیغمبروں پر بھی تو آجاتی ہیں حالانکہ ان بلاؤں کو انبیاء کے مشکلات اور مصائب سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ جہالت بھی کیسی بری مرض ہے کہ انسان اس میں قیاس مع الفارق کر بیٹھتا ہے۔ یہہ بڑا دھوکہ واقعہ ہوتا ہے جو انسان تمام انبیاء کی مشکلات کو عام لوگوں کی بلاؤں پر حمل کرلیتا ہے۔

پس

خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے انبیاء اور دوسرے اخیار و ابرار کی بلائیں محبت کی راہ سے ہیں خدا تعالےٰ اونکو ترقی دینا چاہتا ہے اور یہہ بلائیں وسائل ترقی میں سے ہیں۔ لیکن جب مفسدوں پر آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو اس عذاب سے تباہ کرنا چاہتا ہے وہ بلائیں انکے استیصال اور نیست و نابود کرنے کا ذریعہ ہوجاتی ہیں یہہ ایسا فرق ہے کہ دلائل کا محتاج نہیں ہے کیونکہ جب اچھے آدمی جو خدا تعالےٰ کو مقدم کرلیتے ہیں او یہی نہیں جانتے کہ خدا تعالےٰ سے محبت کیوں کرتے ہیں بہشت اور دوزخ انکے دل میں نہیں ہوتا۔ اور نہ بہشت کی خواہش یا دوزخ کا ڈر ان کو خدا تعالیٰ کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے بلکہ وہ طبعی جوش اور طبعی محبت سے خدا تعالےٰ سے محبت کرتے اور اسکی اطاعت میں محو ہوتے ہیں انپر جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ خود محسوس کرلیتے ہیں کہ یہہ از راہ محبت ہے وہ دیکھتے ہیں کہ ان بلاؤں کے ذریعہ ایک چشمہ کھولا جاتا ہے جس سے وہ سیراب ہوتے ہیں اور ان کا دل لذت سے بھر جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی محبت ایک فوارہ کی طرح جوش مارنے لگ جاتی ہے تب وہ چاہتے ہیں کہ یہہ بلا زیادہ ہو تاکہ قرب الٰہی زیادہ ہو اور رضا کے مدارج جلد طے ہوں +

غرض

الفاظ وفا نہیں کرتے جو اس لذت کو بیان کرسکیں جو اخیار و ابرار کو ان بلاؤں کے ذریعہ آتی ہے۔ یہہ لذت تمام سفلی لذتوں سے بڑھی ہوئی ہے اور فوق الفوق لذت ہوتی ہے۔ یہہ مصیبت کیا ہے؟ ایک عظیم الشان دعوت ہے جس میں قسم قسم کے انعام و اکرام اور پھل اور میوے پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا اسوقت قریب ہوتا ہے۔ فرشتے اپنے مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالےٰ کے مکالمہ کا شرف عطا کیا جاتا ہے اور وحی اور الہام سے اسکی تسلی اور سکینت دی جاتی ہے + لوگوں کی نظر میں یہہ بلاؤں اور مصیبتوں کا وقت ہے مگر در اصل اس وقت اللہ تعالےٰ کے فیضان اور فیوض کی بارش کا وقت ہوتا ہے۔ سفلی اور سطحی خیال کے لوگ اسکو سمجھ نہیں سکتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہہ بلاؤں اور حزنوں ہی کا وقت ہے جو مزا آتا ہے اور راحت ملتی ہے۔ کیونکہ خدا جو انسان کا اصل مقصود ہے اسوقت اپنے بندے کے بہت ہی قریب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قرآن جو دیا گیا ہے غم کیساتھ میں دیا گیا ہے پس تم بھی اسکو غم کی حالت میں پڑھو۔

غرض

غرض میں کہانتک بیان کروں کہ ان بلاؤں میں کیا لذت اور مزا ہوتا ہے اور عاشق صادق کہانتک ان سے محظوظ ہوتا ہے۔ مختصر طور پر یاد رکھو کہ ان بلاؤں کا پھل اور نتیجہ جو ابرار اور اخیار پر آتی ہیں۔ جنت اور ترقی درجات ہے اور وہ بلائیں اور غم جو مفسدوں اور شریروں پر آتے ہیں انکی وجہہ شامت اعمال اور تاریک زندگی ہو اور اس کا نتیجہ جہنم اور عذاب الٰہی ہے۔ پس جو شخص آگ کے پاس جاتا ہے ضرور ہے کہ وہ اس کی سوزش سے حصہ لے اور اسے محسوس کرے اور اسے دکھ پہنچے لیکن جو ایک باغ میں جاتا ہے یقینی امر ہے کہ اس کے پھلوں اور پھولوں کی خوشبو سے اور اس خوبصورت نظارہ کے مشاہدہ سے لذت پاوے۔

عذاب بلا کا علاج

آب واضح رہے کہ جب حالتیں وہ بلائیں جو شامت اعمال کیوجہہ سے آتی ہیں اون کا نتیجہ جہنمی زندگی اور عذاب الٰہی ہے ان بلاؤں سے جو ترقی درجات کے طور پر اخیار و ابرار کو آتی ہیں الگ ہیں کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے جو انسان اس عذاب سے نجات پاوے؟

اس عذاب اور دکھہ سے رہائی کی بجز اس کے کوئی تجویز اور علاج نہیں ہے کہ انسان سچے دل سے توبہ کرے جب تک سچی توبہ نہیں کرتا یہہ بلائیں جو عذاب الٰہی کے رنگ میں آتی ہیں اسکا پیچھا نہیں چھوڑ سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے قانون کو نہیں بدلتا جو اس بارے میں اسنے مقرر فرما دیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ یعنی جب تک کوئی قوم اپنی حالت میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اللہ تعالےٰ بھی اسکی حالت نہیں بدلتا۔

خدا تعالےٰ ایک تبدیلی چاہتا ہے اور وہ پاکیزہ تبدیلی ہے جب تک وہ تبدیلی نہ ہو عذاب الٰہی سے رستگاری اور مخلصی نہیں ملتی یہہ خدا تعالےٰ کا ایک قانون اور سنت ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ خود اللہ تعالےٰ نے ہی یہہ فیصلہ کردیا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا۔ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

پس

جو شخص چاہتا ہے کہ آسمان میں اسکے لئے تبدیلی ہو یعنی وہ ان عذابوں اور دکھوں سے رہائی پاوے جو شامت اعمال نے اسکے لئے طیار کئے ہیں اس کا پہلا فرض یہہ ہے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی کرے جب وہ خود تبدیلی کرلیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ کے موافق جو اوس نے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ میں کیا ہے اسکے عذاب اور دکھہ کو بدلا دیتا ہے۔ اور دکھہ کو سکھہ سے تبدیل کردیتا ہے۔

جب انسان کے اندر تبدیلی کرتا ہے تو اوس کے لئے ضرور نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو بھی دکھاتا پھرے وہ رحیم کریم خدا جو دلوں کا مالک ہے اسکی تبدیلی کو دیکھہ لیتا ہے کہ یہہ پہلا انسان نہیں ہے۔ اسلئے وہ اسپر فضل کرتا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک شخص نماز روزہ اور دوسرے اشغال اذکار سے ریا کیا کرتا تھا۔ تاکہ لوگ اسے ولی سمجھیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ تمام لوگ اسے ریاکار سمجھتے تھے یہانتک کہ بچے بھی جس راستہ سے وہ گذرتا تھا اسکو ریاکار اور فریبی کہا کرتے تھے۔ ایک رات تک اسکی حالت ایسی ہی رہی۔ آخر اس نے سوچا کہ اس طریق سے کوئی فائدہ تو نہیں ہوا بلکہ حالت بدتر ہوئی ہے اس لئے اسکو چھوڑ دینا چاہئے۔ پس اس نے چھوڑ دیا اور ملامتی فرقہ کا سا طریق اختیار کرلیا۔ مسلمانوں میں ملامتی ایک فرقہ ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور بدیوں کو ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگ انہیں برا کہیں۔ اسیطرح پر وہ اپنی نیکیوں کو چھپانے لگا۔ اور اندر ہی اندر اللہ تعالےٰ سے سچی محبت کرنے لگا۔ اسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ لکھا ہے کہ جس کوچہ سے گذرتا عام لوگ اور بچے بھی اسے کہتے کہ بزرگ

ولی ہے بزرگ ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے سے محبت کرنا مشک اور عطر کی طرح ہے۔ جوکسی طرح پوشیدہ نہیں رہ سکتا یہی تاثیریں ہیں۔ سچی توبہ میں جب انسان سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالے اوس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے پھر اوسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے اسکی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ خدا اوس کے دوستوں کا دوست اور اوس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے اور وہ تقدیر جو شامت اعمال سے اوس کے لئے مقرر ہوتی ہے وہ دور کی جاتی ہے۔
اس امر کے دلائل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنی اس مختصر زندگی میں بلاؤں سے محفوظ رہنے کا کسقدر محتاج ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان بلاؤں اور وباؤں سے محفوظ رہے جو شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں۔ اور یہ ساری باتیں سچی توبہ سے حاصل ہوتی ہیں پس توبہ کے فوائد میں سے ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اللہ تعالے اوس کا حافظ اور نگران ہو جاتا ہے۔ اور ساری بلاؤں کو خدا دور کر دیتا ہے۔ اور ان منصوبوں سے جو دشمن اسکے لئے طیار کرتے ہیں اسے محفوظ رکھتا ہے اور اس کا یہ فضل اور برکت کسی سے خاص نہیں بلکہ جسقدر بندے ہیں خدا تعالے کے ہی ہیں اسلئے ہر ایک شخص جو اس کی طرف آتا ہے اور اس کے احکام اور اوامر کی پیروی کرتا ہے وہ بھی ویسا ہی ہوگا۔ جیسے پہلا شخص توبہ کر چکا ہے وہ ہر ایک سچی توبہ کرنے والے کو بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ پس یہ توبہ جو آج اسوقت کی گئی ہے یہ مبارک اور عید کا دن ہے اور یہ عید ایسی عید ہے جو کبھی میسر نہیں آئی ہوگی ایسا نہ ہو کہ قوت سے خیال سے ماتم کا دن بنا دو۔ عید کے دن اگر ماتم ہو تو کیسا غم ہوتا ہے کہ دوسرے خوش ہوں اور اس کے گھر ماتم ہو میت تو سب کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جس کے گھر عید کے دن موت ہو وہ کسقدر ناگوار ہوگی۔
قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان ایک نعمت کی قدر نہیں کرتا۔ وہ ضائع ہو جاتی ہے۔ دیکھو جب چیز دن کی تم قدر کرتے ہو اون کو صندوقوں میں بڑی حفاظت سے رکھتے ہو۔ اگر ایسا نہ کرو تو وہ ضائع ہو جاتی ہے اسیطرح اس مال کا جو ایمان کا مال ہے چور **شیطان** ہے اگر اس کو بچا کر دل کے صندوقوں میں احتیاط سے نہ رکھو گے تو چور آئیگا اور لے جائیگا۔ یہ چور بہت ہی خطرناک ہے۔ دوسرے چور جو اندھیری راتوں میں آکر نقب لگاتے ہیں وہ اکثر پکڑے جاتے ہیں اور سزا پاتے ہیں لیکن یہ چور ایسا ہے کہ اسکی خبر نہیں ہے اور ابھی پکڑا نہ جائیگا یہ اسوقت آتا ہے جب گناہ کی تاریکی پھیل جاتی ہے کیونکہ چور اور روشنی میں دشمنی ہے۔ جب انسان اپنا منہ خدا کی طرف رکھتا ہے اور اسی کی طرف رجوع اور توجہ کرتا ہے تو وہ روشنی میں ہوتا ہے اور شیطان کو کوئی موقع اپنی دستبرد کا نہیں ملتا۔
پس کوشش کرو کہ تمہارے ہاتھ میں ہمیشہ روشنی رہے اگر غفلت بڑھی تو یہ چور آئیگا اور سارا اندوختہ لے جائیگا اور برباد ہو جاؤ گے۔ اسلئے اس اندوختہ کو احتیاط اور اپنی راستبازی اور تقویٰ کے ہتھیار وں سے محفوظ رکھو یہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کے ضائع ہونے سے کچھ حرج نہ ہو۔ بلکہ اگر یہ اندوختہ جاتا رہا۔ تو ہلاکت ہے اور ہمیشہ کی زندگی سے محروم ہو جاؤ گے۔

تنبیہ اور تبلیغ

یاد رکھو یہ طاعون کے دن ہیں معلوم نہیں ستمبر کے آخر اور اکتوبر کے شروع میں کیا ہو؟ جہانتک خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ بہت خطرناک دن آنے والے ہیں اس لئے ہر ایک شخص جو چاہتا ہے کہ خدا تعالے کے غضب سے محفوظ رہے وہ اسیوقت سے طیاری کرے جب تک غضب الٰہی نازل نہیں ہوتا اور اس کے آثار نمودار نہیں ہوتے تو ہر شخص تا حیات ارحم ہوتا ہے لیکن جب آثار نمودار ہو جاویں پھر عذاب نہیں ٹلتا۔
بہت سے لوگ بیباک اور جرأت کرنے والے ہوتے ہیں وہ شوخی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہیضہ اور وبائیں جاڑا اور بخار وغیرہ آتے ہیں ایسا ہی طاعون بھی ہے۔ لیکن یہ اِن کی بدبختی اور شقاوت ہے جو ایسی جرأت پیدا ہوتی ہے وہ نہیں جانتے کہ یہ برے دنوں کی نشانی ہے جب بلائیں دنیا میں آتی ہیں اور دنیا کو تباہ کرتی ہیں۔ تو شامت اعمال سے ہی آتی ہیں۔ ہمیشہ سے کتنے ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ اِن صورتوں میں ہی عذاب اور بلا آتی ہے اور اِن گناہوں کے بدلے میں سزا دی گئی ہے۔ پھر یہ شوخی اچھی نہیں اس کا نتیجہ بہت ہی برا ہے یہ وقت تو ایسا ہے کہ خدا سے صلح کرو اور پاک تبدیلی کرو۔ نہ یہ کہ شوخی وشرارت سے پیش آؤ۔
یاد رکھو یہ طاعون ایک خطرناک عذاب الٰہی ہے جو اسوقت نازل ہوا ہے اس کو حقیر مت سمجھو اس کا انجام اچھا نہیں ہے خدا تعالے کی کتابوں میں یہ ایک نشان مقرر کیا گیا ہے۔ خدا تعالے کے نشانوں کو جو شخص حقارت سے دیکھتا ہے وہ نقصان اوٹھاتا ہے۔
میں کھول کھول کر بیان کرتا ہوں کہ اس عذاب کی مخلصی کے لئے سچی توبہ اور پاک تبدیلی کی ضرورت ہے اور بجز اس کے چارہ نہیں۔
پس اسی وقت سے اس کے لئے طیاری کرو۔ شوخیوں اور شرارتوں سے باز آجاؤ۔ میں یہ بات بھی بیان کرنی چاہتا ہوں کہ
مسیح موعود کے زمانہ کے بہت سے نشانوں میں سے دو بڑے نشان ہیں جن میں سے ایک آسمان پر ظاہر ہوگا اور دوسرا زمین پر۔
آسمان کا نشان تو یہ تھا کہ اوس کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں پر سورج اور چاند کو گرہن ہوگا۔ چنانچہ کئی سال گذرے یہ نشان پورا ہو گیا اور نہ صرف اس ملک میں بلکہ دوسری مرتبہ امریکہ میں بھی پورا ہوا۔
دوسرا نشان بھی طاعون کا نشان تھا جو زمینی ہے۔ یہ نشان بہت ہی لرزہ ڈال دینے والا نشان ہے کئی سال سے یہ بلا اس ملک میں نازل ہو رہی ہے مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک غفلت اور بدبختی اسی طرح ترقی پر ہے۔
میں جانتا ہوں کہ خدا تعالے کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ آخر اس طاعون کی اسقدر شدت ہو جائیگی کہ دس میں سے سات مر جائیں گے۔ اور بعض بستیاں بالکل تباہ اور برباد ہو جائیں گی۔
جہانتک اللہ تعالے نے مجھ پر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ ابھی بہت خطرناک دن آنے والے ہیں۔ اسلئے میں ہر ایک کو جو سنتا ہے کہتا ہوں کہ دیکھو اسوقت ہر ایک نفس کو چاہئے کہ اپنے نفس اپنی بیوی بچوں اور دوستوں پر رحم کرے۔
میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالے رجوع کرنے والوں پر اپنا فضل کر دیتا ہے اور یہ عذاب ٹل سکتا ہے پس چاہئے کہ ہر شخص کوشش کرے اور سچی توبہ اور پاک تبدیلی کے ساتھ خدا تعالے سے دعائیں مانگے۔

ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ میں سے بھی بعض آدمی طاعون سے مر گئے ہیں ایسے معترضین کو یاد رکھنا چاہئے کہ موت تو ہر نفس کے لئے مقرر ہے اور ایک نہ ایک دن سب کو مر جانا ہے۔
اور طاعون سے صحابہ میں سے بھی بعض شہید ہو گئے تھے۔ غرض موت سے تو چارہ نہیں امیر وغریب ہندو و مسلمان زن و مرد سب مرتے ہیں لیکن کسی موت پر اتنا رحم نہیں آتا جیسا اس موت پر کہ گھر کا گھر تباہ ہو جائے اور قفل لگ جاوے۔ اس لئے اوّل نسبت قایم کر دکہ ایسی موتیں کن لوگوں میں ہوتی ہیں۔
اس کے سوا یہ بھی یاد رکھو کہ ہماری جماعت میں داخل ہونے والوں کا صحیح علم کہ وہ ایمان میں کس درجہ تک ہیں اللہ تعالے ہی کو ہے اب وہ کلاکھ سے بھی زیادہ جماعت ہے۔ ہمیں علم نہیں کہ کس حد تک کس کا ایمان ہے البتہ قیاسی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعض کامل الایمان ہیں اور بعض اوسط درجہ کا ایمان رکھتے ہیں اور بعض ابھی ناقص درجہ پر ہیں۔

ایمان کے تین درجے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
مِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ یعنی تین قسم کے مومن ہوتے ہیں ایک تو ظالم لنفسہ ہوتے ہیں۔ انمیں گناہ کی آلائش موجود ہوتی ہے۔ بعض میانہ رو اور بعض سراسر نیک ہوتے ہیں اب ہمیں کیا معلوم ہے کہ کون کس درجہ اور مقام پر ہے۔ ہر ایک شخص کا اللہ تعالے کے ساتھ الگ معاملہ ہے جیسا کوئی اس سے تعلق رکھتا ہے ویسا ہی وہ اس سے معاملہ کرتا ہے۔ جو لوگ کامل الایمان ہیں میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالے اسے امتیاز دے گی کیونکہ مومن اور کافر کے درمیان ایک **فرقان** رکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں مومن سے وہ مراد نہیں ہے کہ صرف زبان تک ہی اس کی قیل وقال محدود ہو۔ اور صبح وہ ایمان کا کام کرے تو شام کو کفر کا کرے۔ ایک لقمہ وہ تریاق کا کھاتا ہے اور دوسرا زہر کا بھی کھا لیتا ہے ایسے شخص کو وہ **فرقان** اور امتیاز جو مومن کے مقرر کیا گیا ہے نہیں دیا جاتا۔ تم خود ہی سوچ لو کہ وہ مریض جو پرہیز نہیں کرتا ہے خواہ اسکو کیسے ہی شفا بخش نسخے دے جاویں اور وہ کیسے ہی مجرب کیوں نہ ہوں لیکن اگر وہ پرہیز نہیں کرتا تو وہ نسخے اسکو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔
پس یہی حال بیعت کا ہے۔ اگر کوئی شخص بیعت تو کرتا ہے لیکن **شرائط بیعت** کو پورا نہیں کرتا اور اپنے اندر پاک تبدیلی جو بیعت کا اصل مقصد ہے نہیں کرتا وہ اپنے لئے وبال جان ہو جاتا ہے۔ ہاں **کامل الایمان** ایسے ہے اسکے ساتھ **فرقان** رکھا جاتا ہے اگر یہ امتیاز نہ ہوتا تو دنیا تباہ ہو جاتی۔ اور خدا تعالے پر ایمان مشکل ہو جاتا۔ اس قسم کے نشانوں سے ہی خدا تعالے کی ہستی پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔
اب میں پھر اس اعتراض کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو کہتے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے بعض آدمی طاعون سے مرے ہیں۔
اس بات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ صحابہ میں سے جو بعض طاعون سے شہید ہوئے وہ اون کے لئے عذاب نہ تھی بلکہ صحابہ کا گروہ بڑھتا۔ اور ان کے لئے موجب شہادت ہوئی۔ دوسروں کے لئے وہ طاعون تباہی اور بربادی کا باعث ہوئی۔ یہی فرق ہے اگر کسی مومن کو طاعون ہو جاوے تو وہ اس کے لئے شہادت ہے۔ اور دوسروں کے لئے تباہی کا موجب۔ بایں ہمہ جیسا میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ مومن اور غیر مومن میں ایک امر فارق ہوتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مومن کے ساتھ ایسے معاملات ہوتے ہیں کہ خدا تعالے انکو ایک بیّن امتیاز عطا کرتا ہے اور انکو تباہ کرنا نہیں چاہتا۔ اسکی وہی مثال ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی مصیبت آتی ہے اور دوسروں پر بھی جو اُن کے مخالف ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بڑھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور دوسرے تباہ اور ذلیل ہوتے ہیں پس دہریوں کی طرح دھوکہ مت کھاؤ۔
وہاں اور رنگ ہے اور یہاں اور رنگ ہے۔
اس کے علاوہ یہ بھی خوب غور سے سنو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں لڑائیاں ہوئی تھیں۔ اور وہ لڑائیاں عذاب کے رنگ میں تھیں کیونکہ کافر بار بار سوال کرتے تھے کہ آپ ہمیں قہری نشان اور معجزہ دکھاؤ کہ ہم پر پتھر برسیں انکے بار بار کے سوالات پر اِن کو وعدہ دیا گیا کہ میں قہری نشان دکھاؤں گا۔ اور وعدہ دیا گیا کہ وہ نشان تلوار کے ذریعہ ظاہر ہوگا۔ اب

صاف ثابت ہے کہ وہ عذاب کافروں کے واسطے تھا مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ان جنگوں میں (جو قہری نشان کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے) صحابہ بھی شہید ہوئے۔ اب کیا کوئی یہہ اعتقاد رکھتا ہے کہ صحابہ جو شہید ہوئے تھے معاذ اللہ وہ تلوار ان کے لئے بھی عذاب تھی؟ ہرگز نہیں بلکہ صحابہ کی شہادت تو قوم کی ترقی اور فتوحات کا باعث ہوئی صحابہ کی قوم بڑھی اور بالمقابل مخالفوں کا نام و نشان مٹ گیا اور ستیاناس ہو گیا اب کوئی پتہ دے سکتا ہے کہ ابوجہل کی اولاد کہاں ہے؟ ابھی بیخ کنی ہو گئی یہی مثال سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

اسی طرح پر اس میں شک نہیں کہ طاعون عذاب کی صورت میں نازل ہوا ہے اور اگر ہماری جماعت میں سے بعض آدمی طاعون سے فوت ہو جاویں تو اسپر شور مچانا یا اعتراض کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ بلکہ غور طلب یہہ امر قرار دینا چاہئے کہ اس طاعون سے نقصان کس کا ہوا اور فائدہ کسکو پہونچا؟ میں یقیناً کہتا ہوں کہ جب طاعون شروع ہوئی ہے۔ اسوقت میری جماعت کی تعداد بہت تہوڑی تھی۔ مگر اسوقت دو لاکھ سے بھی یہہ جماعت بڑھی ہوئی ہے اور یہہ ترقی طاعون کے سبب سے بھی ہوئی ہے طاعون نے میری جماعت کو بڑھایا ہے۔ اور مخالفوں کو گھٹایا ہے۔

مجھے وعدہ دیا گیا تھا کہ طاعون تیری ترقی کا سبب ہوگی سو اس وعدہ کے موافق یہہ جماعت بڑہ رہی ہے اور دو لاکھ تک بڑھی ہے مگر مخالفوں کا تو دوہرا نقصان ہوا ہے کچھہ ان میں سے قبروں میں گئے ہیں اور کچھہ ہمارے پاس آتے ہیں۔

اگر ہمارا نقصان اس سے ہوتا تو یہہ جماعت جو بہت ہی مختصر اور قلیل تھی بالکل تباہ ہو جاتی اور آج کوئی اس کو جاننے والا بھی نہ ہوتا ان واقعات کو مد نظر رکھکر معترض کو چاہئے کہ دیکھے کیا یہہ اعتراض کچھ شے ہے؟

طاعون کی خبر آج سے نہیں ۲۳ برس سے براہین احمدیہ میں شایع ہو چکی ہوئی ہے اور اس لئے یہہ معمولی نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ بلکہ یہہ عظیم الشان قہری نشان ہے۔

غرض

طاعون نے ہمیں نقصان نہیں پہونچایا بلکہ فائدہ ہی دیا ہے اس کے ساتھ ہی میں یہہ بھی ضرور کہتا ہوں کہ ایمان کے طبقات ہیں جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں اسلئے ان طبقات کے لحاظ سے جو شخص کامل الایمان ہے وہ نافع الناس وجود ہے تبلیغ دین کرنے والا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک قابل قدر ہے وہ طاعون سے ضرور بچایا جائیگا۔ بعض آدمی جنکی ایمانی حالت کمزور ہوتی ہے اور وہ اس درجہ پر نہ پہونچے ہوئے ہوں جہاں اللہ تعالےٰ کسی کو مومن کہتا ہے۔ اور ان کی ضرورت بھی کم ہو پھر ان میں سے کوئی اگر فوت ہو جاوے تو اس میں کیا حرج ہے۔ میں یہہ خوب جانتا ہوں کہ ایمان کے درجات ہیں اور ہر درجہ پر برکت ملتی ہے لیکن انہیں باہم فرق ضرور ہوتا ہے۔

دیکھو اسوقت آفتاب کی روشنی ہے آنکھیں کھلی ہیں ہر ایک چیز دور و نزدیک کی صاف اور واضح نظر آتی ہے جب آفتاب کی سلطنت ختم ہو جائیگی تو رات آ جائیگی عالم ہی اور ہوگا۔ اگرچہ اسوقت چاند یا ستاروں کی روشنی ہوگی مگر ان روشنیوں میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ ایسا ہی ایمان کے مراتب میں فرق ہے کیونکہ ایمان بھی ایک روشنی ہے۔ جس جس درجہ پر ایمان پہونچتا ہے اسی مرتبہ کے موافق روشنی اور چمک پاتا ہے جو چاہتا ہے کہ عمر زیادہ ہو اور اس قہری نشان میں ایک امتیاز پیدا کرے۔ اسکو لازم ہے کہ وہ کامل الایمان ہو اور اپنے وجود کو قابل قدر بنا دے۔ اور اس کی یہی صورت ہے کہ لوگوں کو نفع پہونچا دے اور دین کی خدمت کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ

یہہ خوب یاد رکھو کہ عمر کھانے پینے سے لمبی نہیں ہو سکتی بلکہ اس کی اصل راہ وہی ہے جو میں نے بیان کی ہے بہت سے لوگ ہیں جو صرف کھانے پینے کو ہی زندگی کی غرض و غایت سمجھتے ہیں حالانکہ زندگی کی یہہ غرض نہیں۔

سعدی کہتا ہے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر دن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

جب انسان کا ایک اصول ہو جاوے کہ زیستن از بہر خوردن است اسوقت اس کی نظر پرے نہیں جاتی بلکہ وہ دنیا کے کاروبار اور تجارت ہی میں منہمک ہو جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی طرف توجہ اور رجوع کا خیال بھی نہیں رہتا۔ اسوقت اسکی زندگی قابل قدر وجود نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ

یعنی میرا رب تمہاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم اوسکی بندگی نکرو۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ اس ملک میں ہیضہ کی خطرناک وبا پڑی تھی اس سے پہلے اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ یہہ نظارہ دکھایا تھا میں نے دیکھا کہ ایک بڑا میدان ہے اور اس میں ایک بہت بڑی لمبی نالی ہے جس پر قصابوں نے بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور چھریاں ان کی گردنوں پر رکھی ہوئی ہیں وہ آسمان کی طرف منہ کرکے دیکھ رہے ہیں گویا آسمانی حکم کا انتظار کرتے ہیں میں پاس ہی ٹہل رہا ہوں اتنے میں میں نے یہی آیت پڑھی۔

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ

یہہ آیت سنتے ہی اونہوں نے چھریاں پھیر دیں اور وہ بھیڑیں تڑپنے لگیں انکو تڑپتے دیکھ وہ قصاب بولے کہ تم کیا ہو؟ گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ غرض اس کے بعد ہیضہ کی وہ خطرناک وبا پڑی۔ پس جو انسان خدا تعالےٰ کی طرف توجہ نہیں کرتا اسکا رتبہ اور قدر اس سے زیادہ نہیں ہوتا۔

کچھہ اپنی نسبت (باقی آخر میں دیکھو) یا آخر میں یہ۔ تا ہوا

کہ میری نسبت جو مخالف لوگ مخالفت کرتے ہیں اور میرا انکار کرتے ہیں۔ اگر وہ دعائیں کرتے اور خدا تعالےٰ سے میری نسبت کشف حقائق چاہتے تو اون آنکھیں کھل جاتیں۔ مگر افسوس ہے کہ اونہوں نے مخالفت میں حد سے زیادہ حصہ لیا اور میرے دعاوی پر نہ غور کی اور نہ میری کتابوں کو پڑہا اور نہ میری باتوں کو تعصب سے خالی ہو کر سنا۔ وہ مجھے دجال اور مفتری تو کہتے ہیں۔ مگر وہ اس امر پر غور نہیں کرتے۔ کہ کیا دجال اور مفتری بھی اس قسم کی کامیابی حاصل کیا کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر یہہ انسان کا اپنا سلسلہ ہوتا تو کبھی کا تباہ ہو جاتا۔ کیونکہ اس کے تباہ کرنے میں ہر طرف سے مخالفانہ کوشش ہو رہی ہے اور جب خدا تعالےٰ کے بھی خلاف ہوتا تو وہ بھی اس کا دشمن تھا۔ پھر کیا وجہہ ہے کہ یہہ بجائے تباہ ہونے کے ترقی کر رہا ہے اسکی وجہہ یہی ہے کہ یہہ خدا کی طرف سے ہے انسانی کاروبار نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ میرا یہہ دعویٰ آج نہیں ہوا ہے بلکہ ۲۵ سال سے میں دعوے کر رہا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے میرے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور اوس نے مجھے مامور کیا ہے۔

انسانی گورنمنٹ میں اگر کوئی شخص چھوٹا ملازم سرکار بنے تو وہ فوراً پکڑا جاتا ہے۔ اور سزا پاتا ہے تو یہہ کیسا اندھیر ہے کہ خدا تعالےٰ کی گورنمنٹ میں ایک شخص مامور ہونے کا مدعی ہے اور بجائے اسکے کہ وہ پکڑا جاتا اور تباہ کیا جاتا اسے ترقی مل رہی ہے۔

کوئی بتاوے کیا جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ چھپی ہوئی موجود ہے اس شہر میں اس کے بہت سے نسخے ہونگے اسکو پڑھو اور دیکھو کہ جو کچھہ اس میں درج ہے کیا آج بہت سی باتیں انمیں کی پوری نہیں ہو چکیں؟ اور کیا کوئی منصوبہ باز کر سکتا ہے کہ اسقدر عرصہ دراز پہلے جب کہ اپنی زندگی کا بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ ایک بات کہے اور پھر اتنے عرصہ کے بعد جس میں ایک بچہ پیدا ہو کر بھی صاحب اولاد ہو سکتا ہے وہ پوری ہو جاوے۔

میں جانتا ہوں کہ اسی شہر میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجھے جاننے والے گنتی کے تھے میں سچ کہتا ہوں کہ میں ایک گمنامی کی حالت میں تھا سال بھر میں بھی کبھی ایک خط نہ آتا تھا۔ لیکن اس گمنامی کے زمانہ میں علیم و خبیر خدا نے مجھے خبر دی جو براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ کہ ایک زمانہ آنے والا ہے۔ جبکہ فوج در فوج لوگ تیرے پاس آئیں گے میں لوگوں کو کھینچ کھینچ کر لاؤں گا۔ اور مالی نصرتیں بھی آئیں گی اور دنیا میں تیری شہرت ہو جائیگی۔ جیسے لکھا ہے

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ

اور پھر فرمایا

یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

اور یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

اور پھر فرمایا۔

وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ

یعنی اب وقت آگیا ہے کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جاوے اور تیری مدد کی جاوے تیرے پاس دور دور راہوں سے لوگ آئیں گے اور دور دراز جگہوں سے تجھے تحایف اور مالی نصرتیں آئیں گی۔ اور پھر فرمایا کہ تیرے پاس کثرت سے مخلوق آئے گی اس لئے تو کمیں سے انکو نفرت نہ کرنا اور ان کی کثرت سے تھک نہ جانا غرض اس قسم کے بہت سے الہامات ہیں جو نہ صرف عربی زبان میں ہوئے۔ بلکہ فارسی میں ہوئے اردو میں ہوئے اور انگریزی میں بھی ہوئے جنکو میں جانتا بھی نہیں اور ایک لمبا سلسلہ ان الہامات اور پیشگوئیوں کا چلا گیا ہے۔ اور جہاں براہین ختم ہوتی ہے وہاں یہہ الہام ہوا۔

دنیا میں ایک نذیر آیا دنیا نے اوسکو قبول نہ کیا پر خدا اوسکو قبول کریگا اور زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کروں گا۔

مجھے حیرت آتی ہے جب میں ان لوگوں کے منہ کو سنتا ہوں کہ کوئی نشان دکھاؤ۔ ان نشانات پر وہ غور نہیں کرتے اور انکو حقیر سمجھتے ہیں۔

افسوس!

اور اور نشان مانگتے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ قادر ہے وہ نشان پر نشان دکھا رہا ہے۔ لیکن یہہ دانشمندی اور تقویٰ کا طریق نہیں ہے کہ پہلے نشانوں کو چھوڑ دیا جاوے۔ ان نشانوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھو مولوی محمد حسین صاحب وہ شخص ہیں کہ انسے بڑھکر کسی نے عداوت کا نمبر نہیں لیا۔ انہوں نے بنارس تک پھر کر کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں اونہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی اب باوجود اس مخالفت کے اسکو قسم دیکر پوچھو کہ جب تم نے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا اور یہہ پیشگوئیاں اور نشان اسمیں موجود تھے اسوقت ہمارا کیا حال تھا۔ کہاں تک میری شہرت تھی اور کسقدر لوگوں کو تعلق تھا۔ اور کیا اب ان الہامات کے موافق یہہ نشانات جو پورے ہو رہے ہیں آپ بنائے گئے ہیں۔؟ اسوقت موجود تھے یا نہیں؟ اور اونہوں نے پڑھے تھے یا نہیں؟ اگر پڑھے تھے تو پھر سچ سچ کہو کہ ایسے زمانہ میں جب یہہ دعا سکھائی تھی رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ اور اس میں آپ گواہی دیتا ہے کہ میں اکیلا ہوں وہ الہامات جو جماعت کی ترقی اور میری قبولیت کے متعلق ہیں عظیم الشان نشان ہیں یا نہیں؟ اگر تعصب اور سخت دلی مانع نہ ہو تو اقرار کرنا پڑے گا۔

پھر اسی براہین میں یہ بھی موجود ہے کہ علماء مخالفت کریں گے کہ ترقی نہ ہو۔ لیکن میں ترقی دونگا اور یہہ سب لوگ جانتے ہیں اور میرے دوست دیکھتے ہیں کہ کسقدر مخالفت ہو رہی ہے۔ اور کیا اس مخالفت سے یہہ سلسلہ رک گیا یا اس نے ترقی کی؟ اگر کوئی ایسی نظیر دنیا میں موجود ہے اور کوئی شخص ایسی کتاب پیش کر سکتا ہے جس میں ایک عرصہ پہلے

ایسی پیشگوئیاں درج ہوں اور وہ پوری ہو گئی ہوں یقیناً یاد رکھو کسی مفتری یا کذاب سے ایسا سلوک نہیں کیا جاتا اور اس قدر مہلت اور فرصت اسے نہیں دی جاتی اگر کوئی ایسا مفتری یا کذاب پیش کیا جاوے تو ہم قبول کر لیں گے۔ پھر ایسی مخالفت کے متعلق یہ خبر بھی دی گئی تھی کہ ہر مخالفت کرنے والا اپنے منصوبوں اور تجویزوں میں ناکام اور نامراد رہے گا خواہ وہ مولوی ہو یا فقیر ہو یا امیر ہو کوئی ہو اور آج تک واقعات نے اس امر کو سچا ثابت کر دکھایا ہے۔

اور میں سچے دل سے بیان کرتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں اور ان مکالمات پر جو میرے ساتھ ہوتے ہیں ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسا کہ خدا کی دوسری کتابوں پر ایمان لاتا ہوں۔ اوس نے یہ بھی مجھے فرمایا ہے کہ میں تجھے بہت برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے وہ زمانہ خواہ کبھی آنے والا ہو لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ اسی طرح ہو گا۔ اس زمانہ کے لوگ دیکھیں گے یا اون کے بیٹے یا اون کے بیٹے غرض ہو گا۔ ضرور میں سچ کہتا ہوں کہ ایک نقطہ یا شعشہ نہ ٹلے گا۔

غرض

یہ نشانات ہیں جن پر غور کرنا چاہیے۔ اور ٹھنڈے دل سے سوچو کہ مفتری کو یہ تائیدیں نہیں ملا کرتیں پھر بعض لوگ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نشانات کو کیا کریں قرآن شریف کے خلاف مسائل پیش کئے جاتے ہیں۔

مجھے ایسا کہنے والوں پر بھی افسوس آتا ہے کہ اگر ان کا قرآن شریف پر ایمان ہوتا تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے کیونکہ ہم نے بارہا ظاہر کیا ہے اور کتابوں میں شائع کیا ہے کہ ہم قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں اگر کوئی شخص ایک آیۃ کا بھی انکار کرے وہ گمراہ اور جہنمی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ مگر کیا کروں یہ لوگ بنی اسرائیل کی طرح جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا نہیں مانتے اور انکار کرتے ہیں کہ محرف ہیں اور ان میں بھی اختلاف ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آیۃ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ۔ الآیۃ کی ترتیب جو قرآن شریف میں ہے صحیح نہیں ہے مگر میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنا یا گمان کرنا خطرناک بے ادبی اور شوخی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت کی ترتیب صحیح ہے اور اسی لئے اسکے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ مگر یہ لوگ اس ترتیب کو غلط (معاذ اللہ) ٹھہراتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ رافعک الیّ کی جگہ رافعک الی السماء الثانیۃ چاہیے۔ اور اس کے بعد متوفیک چاہیے۔ گویا کہ ان کے اعتقاد کے موافق خدا تعالیٰ کو غلطی لگی اس نے کہنا تو یہ تھا یا عیسیٰ انی رافعک الی السماء الثانیۃ و متوفیک اور کہہ دیا یہ جو آیت میں درج ہے۔ اب میں قرآن کو چھوڑتا ہوں اور اس کے خلاف کہتا ہوں یا یہ خود کرتے اور کہتے ہیں۔ انصاف سے بولو اگر یہ تحریف نہیں تو کیا ہے۔ اسی پر مجھے کہا جاتا ہے کہ قرآن کے خلاف ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قرآن کی تحریف ہے جس سے یہودیوں پر لعنت پڑی اور وہ سور اور بندر بنے یہودی جو تحریف کرتے تھے اون کے متعلق بھی یہی فرمایا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ اور جب تم بھی اسی قسم کی تحریف کرتے ہو تو قرآن شریف پر تمہارا اچھا ایمان ہے۔

میں زور سے کہتا ہوں کہ وہ دل خدا ترس نہیں ہے اور اس میں تقویٰ کا حصہ نہیں ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے کلام میں تصرف کرنا چاہتا ہے اگر تم سچے ہو اور تحریف نہیں کرتے تو پھر وہ حدیث صحیح پیش کرو جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ رافعک الی السماء کی بجائے رافعک الی السماء الثانیۃ چاہیے اور یہ متوفیک سے پہلے ہے قرآن شریف میں جو لکھا ہوا ہے غلط ہے اور تم سن رکھو ہرگز ہرگز کوئی شخص ایسی حدیث صحیح پیش کرنے پر قادر نہ ہو گا۔

جسقدر صاحب یہاں موجود ہیں۔ آخر ہوش و حواس رکھتے ہیں وہ انصاف سے کہیں کہ اگر کوئی شخص تمسک کو الٹ پلٹ کرتا ہے تو وہ جعلسازی کا مرتکب ہوتا ہے یا نہیں اور وہ اس جعلسازی کی سزا میں جیل میں بھیجا جاتا ہے۔ پھر یہ اندھیر کیوں روا رکھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو الٹ پلٹ کیا جاوے۔ خدا سے ڈرو یہ بہت خطرناک دلیری ہے۔ ہاں اگر صحیحین میں کوئی حدیث درج ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسطرح پر فرمایا ہے تو پیش کرو ہم مان لیں گے لیکن اگر تم پیش نہ کرو اور نہیں کر سکو گے۔ تو یہ تقویٰ کے خلاف ہے۔ کہ خود کہہ دو اور دوسری غلطیوں کو قرآن شریف کی شرح بنالو ہم بار بار تم سے پوچھیں گے کہ بخاری یا مسلم میں دکھلاؤ کہ اس میں لکھا ہے کہ رافعک الی السماء الثانیۃ پڑھا کرو۔

دیکھو ان باتوں پر غور کرو میرا یہ مدعا نہیں کہ ہر ایک شخص محض اس وجہ سے کہ وہ میرے ساتھ عداوت رکھتا ہے اور تعصب نے اوس کے جوش کو بڑھا دیا ہے بے اختیار بول اوٹھے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں محض خدا تعالیٰ کے لئے کہتا ہوں انسان کی جھوٹی منطق کبھی ختم نہیں ہوتی ہے اس لئے میں مقابلہ کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ لیکن میں اپنے دل میں مخلوق کی ہمدردی اور بھلائی کے لئے ایک جوش رکھتا ہوں جو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا ہے اسلئے سچے دل سے کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلمات سے مجھے خبر دی ہے۔ مت سمجھو کہ میں بیہودہ طور پر کہتا ہوں۔ بلکہ سچ سچ ہی بات ہے پس جلد بازی نہ کرو کہ جلدی صحیح نتیجہ پر پہنچنے سے روک دیتی ہے میں جانتا ہوں کہ بہت سے لوگ اپنے سینے اور دل کو تھام نہیں سکتے اور یہ مرض کثرت سے پھیل گیا ہے۔ کہ مخالفت کی وجہ سے حق بات پر کبھی غور نہیں کرتے اور یونہی کوئی بات سنی منہ پر جھاگ آ جاتی ہے اور پھر جو زبان پر آتا ہے کہہ دیتے ہیں مگر یاد رکھو یہ امر تقویٰ کے خلاف ہے متقی کی زبان ڈرتی ہے کہ بغیر سوچے سمجھے کوئی بات منہ سے نکالے۔

میرا معاملہ اگر سمجھ میں نہیں آتا تو طریق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو تا کہ وہ خود تم پر اصل حقیقت کھولدے۔ خدا تعالیٰ کے کلام کی بے حرمتی نہ کرو ورنہ طریق نجات بھول جانے کا اندیشہ ہے۔ آج وقت ہے بصیرت سے کام لو۔

قرآن شریف قانون آسمانی اور نجات کا ذریعہ ہے اگر ہم اس کی تبدیلی کریں تو یہ بہت ہی سخت گناہ ہے تعجب ہو کہ ہم یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور پھر قرآن شریف کے لئے وہی روا رکھتے ہیں۔

مجھے اور بھی افسوس اور تعجب آتا ہے۔ کہ وہ عیسائی جعلی کتابیں فی الواقع محرف مبدل ہیں وہ تو کوشش کریں کہ تحریف ثابت نہ ہو اور ہم خود تحریف کرنے کی فکر!!!

دیکھو افترا کرنے والا خبیث اور موذی ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام میں تحریف کرنا یہ بھی افترا ہے اس سے بچو۔

غرض

قرآن شریف کی یہ آیت صاف طور پر مسیح کی وفات کا وعدہ دیتی ہے۔ اور جسقدر وعدے اس آیت میں رافعک الیّ سے شروع ہو کر آخر تک ہیں وہ ہمارے مخالف بھی مانتے ہیں کہ پورے ہو گئے حالانکہ وہ سب بعد وفات ہیں پھر وفات کا انکار کیوں کیا جاتا ہے۔

علاوہ بریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخبر صادق ہیں جو مسلمان کہلا کر بھی آپ پر ایمان نہیں لاتا اور آپ کو مخبر صادق تسلیم نہیں کرتا وہ بڑی بد ذاتی کرتا ہے۔ آپ نے آکر فرمایا ہے کہ حضرت مسیح کو دوسرے آسمان پر یحییٰ کے پاس دیکھا ہے اب کیا یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے یا نہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت وفات یافتہ نہ تھے بلکہ زندہ تھے تو پھر اس سوال کا کیا جواب ہے؟ کہ ایک وفات یافتہ سے کیا تعلق ہے؟ ان کی تو روح بھی ابھی قبض نہیں ہوئی تھی۔ ادنیٰ فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ مردے کے پاس تو مردا ہی ہو سکتا ہے پھر یہ کیا ہوا کہ مردے کے پاس زندہ جا بیٹھا؟

یہ صرف اپنی ہی غلطی ہے ورنہ سچ یہی ہے کہ حضرت مسیح بھی مر کر ہی یحییٰ علیہ السلام کے پاس گئے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے قول سے یعنی قرآن شریف سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل یعنی روئیت سے ثابت کر دیا۔ جو اس قول اور فعل کو نہیں مانتا اسے پھر میں کیا کہوں۔

ان دو گواہوں کے بعد اور کس گواہ کی حاجت ہے پھر یہاں تک ہی بات نہیں خود حضرت مسیح کا تو صاف اقرار بھی موجود ہے اور اس آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم سے تو اس سارے قضیہ کا فیصلہ ہی ہو جاتا ہے اس آیت سے پہلی آیتوں میں اسبات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح سے قیامت کے دن سوال کرے گا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ میری ماں کو اور مجھکو خدا بنالو۔ حضرت عیسیٰ اپنی بریت میں عرض کریں گے کہ میری کیا مجال تھی جو میں ایسی تعلیم دیتا۔ میں تو جب تک ان میں رہا انکو تیری توحید ہی کی تعلیم دیتا رہا جو تو نے مجھے دی تھی لیکن جب تو نے مجھ کو وفات دیدی پھر تو ہی نگران تھا

اب غور کا مقام ہے کہ انی متوفیک میں جو وعدہ تھا وہ اس آیۃ فلما توفیتنی سے پورا ہوتا ہے ماسوا اسکے یہ آیت حضرت مسیح کی موت اور اون کی دوبارہ آنے کے متعلق ایک فیصلہ کن آیت ہے اور یہ اس قرآن کی آیت ہے جسکا حرف حرف محفوظ ہے اور جسکی حفاظت کا ذمہ وار خود اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔

افسوس مسلمانوں نے اس کتاب کی قدر نہیں کی!!! اس آیت میں مسیح علیہ السلام نے اپنی بریت دو صورتوں سے کی ہے اول تو یہ کہ میری زندگی میں عیسائی نہیں بگڑے کیونکہ میں انکو توحید کی تعلیم دیتا رہا۔ دوم جب مجھے وفات دیدی مجھے کچھ خبر نہیں۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت مسیح ابھی تک زندہ ہی ہیں تو صاحبو! پھر ان کے اس اقرار کے موافق یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ابھی تک عیسائی بگڑے بھی نہیں اور جو تعلیم وہ پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہے حالانکہ یہ واقعات صحیح کے خلاف ہے۔ عیسائی ضرور بگڑ چکے ہیں۔

صاحبو! اگر مسلمانوں کے اس خیالی عقیدہ زندہ آسمان پر جانے کو لیکر اور اس آیت کے موافق عیسائی مسلمانوں پر اعتراض کریں کہ ہماری تعلیم تمہارے اقرار کے موافق بگڑی نہیں ہے تو کیا جواب ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ امر تو حضرت مسیح کی زندگی سے وابستہ ہے۔ اور زندگی تسلیم ہے تو پھر دوسری تعلیموں کے انکار کے لئے کیا عذر ہے!!!

میں سچ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی خیر اسی میں ہے کہ وہ قرآن شریف پر ایمان لاویں اور وہ یہی ہے کہ مسیح کی وفات پر ایمان لاویں۔

دوسری بات جو اس آیت میں فیصلہ کی گئی ہے وہ ان کی دوبارہ آمد کا مسئلہ ہے مسلمانوں میں غلطی سے یہ عقیدہ مشہور ہو گیا ہے جس کی کوئی اصل نہیں کہ وہی مسیح ابن مریم دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے اور چالیس برس تک اس دنیا میں رہیں گے صلیبوں کو توڑیں گے اور کافروں سے جنگ کرینگے وغیرہ وغیرہ۔

اب غور کا مقام ہے کہ ایک نبی صادق کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس نے جھوٹ بولا یہ تو بے ایمانی ہے۔ ایک شخص اگر عدالت کے سامنے جھوٹ بولے تو وہ حلف دروغی کی سزا پاتا ہے پھر علیم و خبیر عالم الغیب خدا کے حضور قیامت کے دن کسی نبی کو جھوٹ بولنے کی جرأت کب ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

لیکن یہ عقیدہ جو میں نے ابھی بیان کیا ہے تسلیم کر لیا جاوے اور اس کو صحیح مانا جاوے تو پھر قرآن شریف چھوڑنا پڑے گا اور حضرت مسیح کو معاذ اللہ خدا تعالیٰ کے حضور قیامت کے دن جھوٹ بولنے والا قرار دینا پڑیگا۔ کیونکہ اگر یہ سچ ہے کہ وہی مسیح اتر آئے گا۔ تو پھر خدا تعالیٰ کے سامنے ان کا یہ جواب کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم صحیح نہیں کیونکہ ان کو تو اسوقت یہ کہنا چاہئے کہ چالیس سال تک آسمان سے اتر کر پھر زمین پر رہا اور میں نے جنگیں کیں۔ صلیبیں توڑیں اور خنزیروں کو مارا۔ کفار کو مسلمان کیا حالانکہ ان کے جواب میں ان باتوں میں سے کسی کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔

پھر خدا کے واسطے سوچو جواب دو کیا تم یہ تجویز کرو گے کہ حضرت مسیح نے معاذ اللہ جھوٹ بولا اور کیا یہ نبی کی شان ہے کہ خدا کے سامنے جھوٹ بولے جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے اور قرآن پر حملہ کرتا ہے وہ بدذات اور جہنمی ہے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملعون ہیں جو کسی بات کے لئے قرآن شریف پر حملہ کرتے ہیں۔

پس

یہ آیت مسیح کی وفات اور ان کی دوبارہ آمد کے متعلق قول فیصل ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور وہ دوبارہ نازل نہیں ہونگے اور قرآن شریف سچا اور حضرت مسیح کا جواب بھی سچا ہے۔

ہاں

یہ امر کہ آنیوالے مسیح سے پھر کیا مراد ہے تو یاد رکھو کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا اور اپنی تائیدوں نصرتوں اور نشانوں کے ساتھ اسے ثابت کیا وہ یہی ہے کہ آنیوالا اسی امت کا ایک فرد کامل ہے اور خدا تعالیٰ کی کھلی کھلی وحی نے ظاہر کیا ہے کہ وہ آنے والا

میں ہوں

جو چاہے قبول کرے۔

میرا یہ دعویٰ نرا دعویٰ نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے ساتھ زبردست ثبوت ہیں جو ایک سلیم الفطرت اور متقی کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی مامور کو بھیجتا ہے تو تین ذریعوں سے اس سچائی کو ثابت کرتا اور اتمام حجت کرتا ہے۔

اول نصوص کے ذریعہ یعنی پہلی شہادتوں سے اتمام حجت کرتا ہے۔

دوم نشانات کے ذریعہ جو اس کی تائید میں اور اسکے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔

سوم عقل کے ذریعہ۔

بعض اوقات یہ تینوں ذریعہ جمع ہو جاتے ہیں اور اسوقت خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سب ذریعہ میری سچائی کو ثابت کر رہے ہیں۔

پس

نصوص کے لئے یاد رکھو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بخاری اور مسلم میں جس آنے والے کی خبر دی ہے اسکے لئے یہی فرمایا ہے کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں منکم کا لفظ موجود ہے کہیں بھی نہیں فرمایا کہ من بنی اسرائیل ساتھ ہی آنے والے مسیح اور مسیح ناصری کا حلیہ بیان کرکے فرق کر دیا ہے (ایڈیٹر)

اور قرآن شریف میں سورہ نور میں استخلاف کے وعدہ میں بھی منکم ہی فرمایا ہے۔ اب بتاؤ کہ قرآن اور حدیث کے نصوص آنے والے کو اسی امت سے ٹھیراتے ہیں یا باہر سے لاتے ہیں۔ اور قرآن شریف یہی زمانہ مسیح موعود کے آنے کا ٹھیراتا ہے۔

دوم نشانات۔ وہ نشانات جو میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور جو میرے ہاتھ پر پورے ہوئے ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے زندہ گواہ اسوقت لاکھوں انسان موجود ہیں میں نے اپنی کتاب نزول المسیح میں ڈیڑھ سو کے قریب نشان لکھے ہیں۔ اور بعض کا میں نے ابھی ذکر بھی کیا ہے۔ تاہم وہ نشان جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے وہ بھی تھوڑے نہیں ہیں اور انسانی طاقت میں یہ نہیں کہ وہ ان باتوں کو اپنے لئے خود جمع کرے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مسیح موعود اسوقت آئیگا جب چھپنے اور رسال کا دور ختم ہوگا۔ اور عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک وہ وقت آگیا ہے۔

۲۔ قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئیگا جب کہ مسیح چودھویں صدی میں آیا تھا۔ (ایڈیٹر)

۲۔ پھر قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے اور احادیث صحیحہ اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جس سے اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔

جب کہ قرآن شریف میں ہے واذا العشار عطلت اور حدیث صحیح میں ہے۔ ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا۔

اب آپ لوگ جانتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بھی ریل طیار ہو رہی ہے اس عظیم الشان پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ ایک اخبار والے نے لکھا ہے کہ مکہ مدینہ والے بھی یہ نظارہ دیکھ لیں گے کہ اونٹوں کی قطاروں کی بجائے ریل گاڑی وہاں چلے گی۔

قرآن شریف میں جو فرمایا واذا العشار عطلت اسکے متعلق نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ عشار کو حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں اسلئے یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا۔ تاکہ یہ سمجھ آجاوے کہ اسی دنیا کے متعلق ہے۔ کیونکہ حاملہ ہونا تو اسی دنیا میں ہوتا ہے۔

اسی طرح نہروں کا نکالے جانا۔ چھاپہ خانوں کی کثرت اور اشاعت کتب کے ذریعوں کا عام ہونا اس قسم کے بہت سے نشان ہیں۔ جو اس زمانہ سے مخصوص تھے اور وہ پورے ہو گئے ہیں۔

ایسا ہی کسوف خسوف کا نشان جو رمضان میں ہوا یہ حدیث اکمال الدین اور دار قطنی میں موجود ہے پھر حج کا بند ہونا بھی نشان تھا وہ بھی پورا ہوا۔ ایک ستارہ نکلنے کی نشانی تھی وہ بھی نکل چکا۔

طاعون کا نشان تھا وہ بھی پورا ہو گیا۔

غرض میں کہاں تک بیان کرتا جاؤں یہ ایک لمبا سلسلہ ہے طالب حق کے لئے اسقدر کافی ہیں۔

پھر

تیسرا ذریعہ عقل ہے۔ اگر عقل سے کام لیا جاوے اور زمانہ کی حالت پر نظر کی جاوے تو صاف طور پر ضرورت نظر آتی ہے۔

غور سے دیکھو اسلام کی حالت کیسی کمزور ہو گئی ہے اندرونی طور پر تقویٰ طہارت اٹھ گئی ہے اوامر و احکام الٰہی کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ اور ارکان اسلام کو ہنسی میں اوڑایا جاتا ہے۔ اور بیرونی طور پر یہ حالت ہے کہ ہر قسم کے معترض اس پر حملہ کر رہے ہیں اور اپنی جگہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کا نام و نشان مٹا دیں۔

غرض جس پہلو سے دیکھو اسلام کمزور ہو گیا ہے۔ وہ اسلام جس میں ایک بھی مرتد ہو جاتا تو قیامت آجاتی اس میں تیس لاکھ آدمی مرتد ہو چکا ہے۔ کیا ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون پورا نہ ہوتا۔ اگر اب اسلام کی خبر نہ لی جاتی تو پھر اور کونسا وقت آنیوالا تھا۔

پس از آنکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

کیا خدا تعالیٰ اسوقت نصرت کرے گا جب یہ نام مٹ جائیگا۔ ایک طرف حدیث میں یہ وعدہ کہ ہر صدی پر مجدد آئیگا۔ مگر اسوقت جو عین ضرورت کا وقت ہے کوئی مجدد نہ آئے؟ تعجب ہے غور کیا کرو ہو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو وہ زمانہ کہ اسمیں متواتر نبی آتے رہے اور یہ امت جو خیر الامت کہلاتی ہے اور خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہے۔ باوجود امت مرحومہ کہلانے کے اس میں جب آئے تو دجال آئے۔ اور پھر ایک دو نہیں تیس دجال گویا خدا کو خطرناک دشمنی ہے وہ اسکو ایسا تباہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ نام و نشان نہ رہے۔

افسوس! میری مخالفت میں یہ لوگ ایسے اندھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور شوخی اور بے ادبی کرنے سے باز نہیں آتے اسکو عملی طور پر وعدہ کا منکر ٹھیراتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک شان کرتے ہیں۔ دیکھو میں کھول کر کہتا ہوں کہ تم اپنے نفسوں پر رحم کرو

اس محبوب کی شان میں جو افضل الرسل ہے یہ بے ادبی نہ کرو۔ کہ حضرت مسیح کو اس بات سے افضل قرار دو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آپ کی وفات پر صحابہ کی کیا حالت ہوئی تھی وہ دیوانہ وار پھرتے تھے آپ کی زندگی انکو ایسی عزیز تھی کہ حضرت عمر رض نے تلوار کھینچ لی تھی کہ اگر کوئی آپ کو مردہ کہے گا تو میں اوس کا سر اڑا دوں گا۔

اس شور پر حضرت ابوبکر رض آئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا کہ آپ پر خدا دو موتیں جمع نہ کرے گا اور پھر یہ آیت پڑھی۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ یعنی آنحضرت بھی ایک رسول ہیں آپ سے پہلے جسقدر رسول آئے ہیں سب وفات پا گئے ہیں صحابہ نے جب اس آیت کو سنا تو انہیں ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت اب اتری ہے انہوں نے معلوم کیا کہ آپ کے مقابلہ میں کوئی اور زندہ نہیں ہے۔

تم میں وہ عشق اور محبت نہیں جو صحابہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ ورنہ تم یہ کبھی روا نہ رکھتے کہ مسیح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل زندہ کہتے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر صحابہ کے سامنے اسوقت کوئی کہتا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو انمیں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا۔ وہ اسقدر آپ کے عشق اور محبت میں فنا شدہ تھے۔

حسان بن ثابت نے اسموقعہ پر ایک مرثیہ لکھا ہے جس میں وہ کہتے ہیں۔

کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ
فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ
فَعَلَیْکَ کُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے میرے پیارے نبی تو تو میری آنکھوں کی پتلی تھی اور میرے دیدوں کا نور تھا پس میں تو تیرے مرنے سے اندھا ہو گیا اب تیرے بعد میں دوسروں کی موت کا کیا غم کروں عیسیٰ مرے یا موسیٰ مرے کوئی مرے مجھ کو تو تیرا ہی غم تھا۔ صحابہ کی تو یہ حالت تھی مگر اس زمانہ میں اپنے منہ سے اقرار کرتے ہیں کہ نبی افضل الانبیا وفات پا گئے اور حضرت مسیح زندہ ہیں۔ افسوس مسلمانوں کی حالت کیا سے کیا ہو گئی میں خوب جانتا ہوں اور اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا پہلا اجماع مسیح کی وفات ہی پر ہوا تھا پھر انکے خلاف کرنا یہ کونسی عقلمندی اور تقویٰ ہے۔

میں یہ مانتا ہوں کہ یہ غلطیاں امتداد زمانہ کیوجہ سے ہوئی ہیں۔ تقویٰ نہیں رہا۔ جہالت بڑھ گئی ہے روحانیت کم ہو گیا ہے راہ راست محجوب ہو گیا ہے۔ اور یہی امور ہیں جو میری ضرورت کے داعی ہیں۔ میں آخر میں پھر کہتا ہوں کہ ان باتوں پر غور کرو۔ اپنے گھروں میں جا کر تنہائی میں سوچو کہ تم چاہتے ہو کہ اسلام اور سو سال تک آنیوں کا انتظار کرتا رہے اگر اب تک کوئی نہیں آیا تو پھر صدی کا سر تو چلا گیا بائیس برس گذر چکے ہیں اب اور سو سال تک انتظار کرو لیکن یاد رکھو کہ اگر مجھے قبول نہ کروگے تو پھر تم کبھی بھی آنے والے موعود کو نہیں پاؤ گے۔

یہ اتنی باتیں کی ہیں بعض مخالفوں کو فائدہ کی بجائے جوش آئیگا اور وہ ہار جیت کیطرف توجہ کرینگے میں تمیز کر رو رو کر دعائیں کریں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق اور مدد چاہیں میری یہی نصیحت ہے کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ دو۔ اور خدا ترسی سے ان باتوں پر غور کرو اور تنہائی میں سوچو اور آخر خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو کہ وہ دعاؤں میں سنتا ہے۔ متفق

حضرت اقدس کی تیسری تقریر

(جو ۳ نومبر سنہ ۱۹۰۴ء کو بارہ ہزار سے زاید تعداد ہندوؤں کے مجمع میں آپ نے حاضرین کی بے حد خواہش سے کی۔ ایڈیٹر)

میں آپ سب صاحبوں کا شکر کرتا ہوں کہ آپ نے نہایت صبر اور خاموشی کے ساتھ میرے لیکچر کو سنا۔ میں ایک مسافر آدمی ہوں اور کل صبح انشاء اللہ چلا جاؤں گا۔ لیکن میں اس شکر اور خوشی کو ساتھ لیجاؤں گا۔ اور یاد رکھونگا کہ باوجود اختلاف رائے کے کہ اصل وجہ سے عموماً جوش پیدا ہو جاتا ہے آپ نے نیکی اور نیک اخلاق اور آہستگی سے میرے مضمون کو سنا میں یہ جانتا ہوں اور خود محسوس کرتا ہوں کہ دیرینہ خیالات کو چھوڑنا سہل اور آسان نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کیسے ہی غلط کیوں نہ ہوں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ کہ انسان اپنے اندر علمی اور عملی تبدیلی کر سکے۔ لیکن جو اخلاق آپ نے دکھائے ہیں وہ نہایت ہی قابل تعریف ہیں۔ اور میں دعا کرتا ہوں۔ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہ اجتماعی رنگ دکھایا ہے۔ وہ ایسا وقت بھی جلد ظاہر کرے۔ کہ دلوں میں بھی اتحاد اور اجتماع ہو۔ اس ملک کے تفرقہ نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس ملک کے ہندو اور مسلمانوں میں بہت بڑا اتحاد اور اتفاق تھا اور باوجود اختلاف مذاہب بھی انمیں قابل قدر میل ملاپ تھا۔ مگر اس زمانہ میں فرق آگیا۔ اور خدا کرے کہ یہ دور ہو جاوے۔

یاد رکھو کہ تنگ دلی اور تنگ ظرفی کا نقصان ہے کہ انسان اختلاف شریعت و مذہب کیوجہ سے اخلاق کو بھی چھوڑ دے۔ اختلاف رائے اور چیز ہے اور اخلاق اور۔ یہ انسانی اخلاق کی خوبی اور کمال ہے کہ باوجود اختلاف رائے کے اخلاقی کمزوری نہ دکھاوے۔ آج کے جلسے نے مجھے ایک تازہ امید دلائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے تو یہ میل جول ترقی کرے گا۔

میں خوب جانتا ہوں کہ جب تک طبیعت میں یہ استعداد نہیں ہوتی۔ کوئی شخص صبر اور خوش خلقی سے ایک مخالف رائے کو سن سکے۔ وہ ایک رائے کو سنکر چپ نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے یہ خاموشی اور صبر مجھے امید دلاتا ہے۔ کہ اچھے نتیجے پیدا ہوں گے یہی خوبی کی بات ہے کہ جب مخالف رائے کو سنتے تو فوراً جواب دینے کو تیار نہ ہو جاوے۔ کیونکہ یہ تو محض ہار جیت کی خواہش ہوگی لیکن اس رائے کے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کیلئے اس پر صبر سے غور کرنا چاہئیے اس سے علم و حکمت پیدا ہوتی ہے اور علم و حکمت کی ایسا خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے اشرف ہے دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم و حکمت کو فنا نہیں ہے۔ پس جو جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ فکر کرتا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ کہ اے رب اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے بصیرت اور معرفت عطا کر وہ اس حکمت سے خزانہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ صاحبان اس خزانہ کے حاصل کرنے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

میں آپ صاحبوں کی خدمت میں ادب عجز اور تواضع سے عرض کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ سنایا گیا ہے۔ آپ اس پر توجہ کریں۔ تاکہ میری محنت ضائع نہ ہو۔ جو کچھ میری قلم سے نکلا ہے اور میرے دوست مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ کسی کی دل آزاری یا استخفاف مذہب کی نیت سے نہیں لکھا بلکہ خدا گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے سچے دل سے لکھا ہے۔ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے لکھا ہے اور میں جانتا ہوں۔ ؎

سخن کز دل برون آید نشیند لاجرم بر دل

چونکہ فرصت بہت کم ہے۔ ممکن ہے کہ جلد ختم ہو۔ اس لئے ہم نے چھپوا دیا ہو اور انشراح کی گنجائش ملسکتا ہے۔ پس اسکو پڑھکر توجہ کریں۔ اور مذہبی مخالفت کو عام مخالفت کا ذریعہ نہ بنادیں۔

مذہب تو اس لئے ہوتا ہے۔ کہ اخلاق وسیع ہو۔ جیسے خدا کے اخلاق وسیع ہیں۔ کوئی ہزاروں گالیاں اسے دے۔ وہ اس پر پتھر نہیں برسا دیتا۔ پس اسیطرح حقیقی مذہب والا تنگ ظرف نہیں ہو سکتا۔ تنگ ظرف خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی کوہ دوسرے بزرگوں کو بھی بد نام کرتا ہے میں اس سے منع نہیں کرتا۔ کہ اختلاف مذہب بیان نہ کرو بیشک نیک نیتی سے اختلاف بیان کرو مگر اس میں تعصب اور کینہ کا رنگ نہ ہو۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات دو چار سال سے نہیں بلکہ صدہا سال سے چلے آتے ہیں۔ اس لئے خدا کرے کہ بہت سے دلوں میں جوش ڈالدے۔ کہ جو ان تعلقات کو دور نہ ہونے دیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مذہب صرف قیل و قال کا نام نہیں۔ بلکہ جب تک عملی حالت نہ ہو کچھ نہیں خدا اس کو پسند نہیں کرتا جسقدر بزرگ اسلام میں یا ہندوؤں میں اوتار وغیرہ گذرے ہیں۔ ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے عمل سے ان سچائیوں کو جن کا وہ وعظ کرتے تھے ثابت کر دکھایا ہے۔ قرآن شریف میں بھی یہی حکم ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اپنے آپکو درست کرو جس شخص کے اندر خود روشنی اور نور نہیں ہے۔ وہ اگر زبان سے کام لیگا۔ تو وہ مذہب کو بچوں کا کھیل بنا دے گا۔ اور حقیقت میں ایسے ہی مصلحوں سے ملک کو نقصان پہنچا ہے۔ ان کی زبان پر تو منطق اور فلسفہ جاری رہتا ہے مگر اندر خالی ہوتا ہے

خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نہایت خیرخواہی سے کہہ رہا ہوں خواہ کوئی میری باتوں کو نیک ظنی سے سنے یا بدظنی سے۔ مگر میں کہوں گا کہ جو شخص مصلح بننا چاہتا ہے۔ اسے چاہئیے کہ پہلے خود روشن ہو۔ اور اپنی اصلاح کرے دیکھو یہ سورج جو روشن ہے پہلے اس نے خود تو روشنی حاصل کی ہے۔

میں یقیناً سمجھتا ہوں۔ کہ ہر ایک قوم کے مصلح نے یہی تعلیم دی ہے لیکن اب دو حرف پر لاشی بار نا آسان ہے۔ لیکن اپنی قربانی دینا مشکل ہو گیا ہے۔ پس جو چاہتا ہے کہ قوم کی اصلاح کرے اور خیرخواہی کرے۔ وہ اس کو اپنی اصلاح سے شروع کرے قدیم زمانہ کے رشی اور اوتار جنگلوں اور بنوں میں جا کر اپنی اصلاح کیوں کرتے تھے وہ آجکل کے لکچروں کی طرح زبان نہ کھولتے تھے جب تک خود عمل نہ کر لیتے تھے یہی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت کی راہ ہے۔ جو شخص دل میں کچھ نہیں رکھتا اس کا بیان کرنا پرنالہ کے پانی کیطرح ہے جو جھگڑے پیدا کرتا ہے اور جو نور معرفت اور عمل سے بھر کر بولتا ہے وہ بارش کی طرح ہے جو رحمت سمجھی جاتی ہے۔

اس وقت میری نصیحت یاد رکھیں آج کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکھیں گے اور میں نہیں جانتا کہ پھر موقع ہو یا نہ ہو لیکن ان تفرقوں کو مٹانے کی کوشش کرو میری نسبت خواہ آپ کا کچھ ہی خیال ہو لیکن یہ سمجھ لو کہ ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
ور نوشت است پند بر دیوار

میری نصیحت پر عمل کرو جو شخص خود زہر کھا چکا ہے وہ دوسروں کی زہر کا کیا علاج کرے گا اگر علاج کرتا ہے تو خود بھی مریگا اور دوسروں کو بھی ہلاک کریگا کیونکہ زہر اس میں اثر کر چکا ہے اور اس کے حواس جو کچھ قائم نہیں رہے اس لئے اس کا علاج بجائے مفید ہونے کے مضر ہوگا۔ غرض جسقدر تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اس کا باعث وہی لوگ ہیں جنہوں نے زبانوں کو تیز کرنا ہی سیکھا ہے یہ بھی یاد رکھو کہ میرا یہ مذہب نہیں کہ اسلام کے سوا سب مذاہب بالکل جھوٹے ہیں میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ خدا جو تمام مخلوق کا خدا ہے وہ سب پر نظر رکھتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایک ہی قوم کی پرواہ کرے اور دوسروں پر نظر نہ کرے ہاں یہ سچ ہے کہ حاکم کے دورے کیطرح کبھی کسی قوم پر وہ وقت آجاتا ہے اور کبھی کسی پر میں کسی کیلئے نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔ کہ راجہ رام چندر اور کرشن جی وغیرہ بھی خدا کے راستباز بندے تھے اور اس سے سچا تعلق رکھتے تھے۔ میں اس شخص سے بیزار ہوں۔ جو ان کی نندا یا توہین کرتا ہے اسکی مثال کنوئیں کے مینڈک کی سی ہے جو سمندر کی وسعت سے ناواقف ہے جہاں تک ان لوگوں کے صحیح سوانح معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے خدا کی راہ میں مجاہدات کئے اور کوشش کی کہ اس راہ کو پائیں۔ جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ ہے۔

پس جس شخص کا یہ مذہب ہو کہ وہ راستباز نہ تھے۔ وہ قرآن شریف کے خلاف کہتا ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے۔ ان

من امۃ الا خلا فیھا نذیر

یعنی کوئی قوم اور امت ایسی نہیں گذری۔ جسمیں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔

میں باوا نانک صاحب کو بھی خدا پرست سمجھتا ہوں۔ اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ ان کو برا کہا جاوے میں ان لوگوں میں سے سمجھتا ہوں جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے اپنی محبت آپ بٹھا رکھی ہے۔ پس ان لوگوں کی پیروی کرو۔ اور دل کو روشن کرو۔ پھر دوسروں کی اصلاح کیلئے زبان کھولو۔ اس ملک کی شائستگی اور خوش قسمتی کا زمانہ تب آئیگا جب نرمی زبان پر نہ ہوگی۔ بلکہ دل پر دارومدار ہوگا۔ پس اپنے تعلقات خدا تعالیٰ سے زیادہ کرو یہی تعلیم سب نبیوں نے دی ہے اور یہی میری نصیحت ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔

مرآت العالم

یہ ایک نایاب کتاب بے مثل تاریخ میں ہے جسے آنریبل مہاراجہ سر رگھبیر سنگھ بہادر مرحوم والی جموں کشمیر نے دس ہزار روپیہ کے صرف سے تیار کرایا تھا۔ اسمیں ہندوستان کی مفصل تاریخ ابتدائے زمانہ پیدائش سے اورنگ زیب کی سلطنت تک درج ہے اور تمام نبیوں اور ولیوں اور حکیموں کے حالات بھی اسمیں مرقوم ہیں۔ قیمت ۴ روپیہ (ملنے کا پتہ) وکٹوریہ پیپر آفس سیالکوٹ

عام خیر کرو و کی اسٹری بکوشہ اصحاب

مالکان کارخانہ زنجیر دری اور بے انتہا جناب دین کیلئے کے نمونہ منگانے و جدید جنتری معہ فہرست زیورات مفت ملاحظہ فرمائیں نصف کرایہ ڈاک تقسیم کرتے ہیں۔

بلاغ لقوم عابدین

(از میر مہدی حسین صاحب)

اک شور جو دنیا مین مذاہب کا پڑا ہے
ظاہر ہے ظہور احمد مرسل کا ہوا ہے
سالون کی صدا آتی ہے او غافل خبردار
بیدار ہو سونے کا نہین وقت رہا ہے
مشرق سے چلی آتی ہے وہ باد بہاری
مغرب کی طرف زور سے رخ اوس نے کیا ہے
سب آمد مہدی کے نشان ہو چکے ظاہر
وہ صور سرافیل کا ظاہر تک رہا ہے
اب حشر ہوئے خالق سیارات مین گو
لاہور مین تبلیغ کا ہنگامہ بپا ہے
کیون سوتے ہو اے بے خبرو جلدی سے جاگو
سورج تو بہت دیر کا دنیا مین چڑہا ہے
جو اب بھی نہ جاگیگا وہ پچھتائیگا
طاعون سے بچنے پہ حکم الٰہی سے کہا ہے
مہدی کے سوا کون ہدایت نہین دیگا
اے قوم مسلمان یہ اک غور کی جا ہے
لاہور جو پنجاب کے صوبہ کا ہے مرکز
وہان مہدی ہدایت نہین دیتے گیا ہو
اے غافلو یہ وقت نہ کھونے کا ہے آؤ
اب عذر و بہانہ کوئی جائز نہ روا ہے
عیسیٰ جسے کہتے تھے فلک پر وہ نہین ہے
یہ مہدی و عیسیٰ ہے جسے خالق نے دیا ہے

مطلع

کیا غم ہے نہین گر کوئی پروانہ کیا ہے
اوس بیت سے مریم سے مسیحا یہ بڑا ہے
گر شیعہ و ذا مین گے ولیکن یہ بجا ہے
احمد کا غلام آج جو آیا ہے بجا ہے
عصیان کے مریضون کی دوا کرتے ہین عیسیٰ
پر مسق کی شیشی سے ہی اللہ کہا ہے
زندہ کیا عیسیٰ مردہ تن سالکو دم سے
بیمار و اوہر آو یہان دست شفا ہے
اے مولوی تم لو خدا جلد سنبہالے
کیا واسطے کسی گوشہ مین ہی خوف خدا ہے
یہ مہدی و عیسیٰ تو محمد کا خلف ہے
تسلیم کرو اس مین محمد کی رضا ہے
کیا نور محمدی جو دونون کے تو ہین اتر
گر دیکھو تو یہ جو دونون کا چاند چڑہا ہو
مرسل کو خدا کے نہ ستاؤ نہ ستاؤ
مرتد جسے کہتے ہو وہ مقبول خدا ہے
بھیجا ہے اسے خالق نے ستاری کی خاطر
یہ نور خدا جس کو مسیح و ستانے
چلاتے تھے تم جس کیلئے آہ و فغان سے
آئے یہ او سکے تمہین انکار روا ہے
کیا بھول گئے جامی و حالی کے وہ مضمون
کس درد سے ان دونون کی عرض و دعا ہے
جامی کو اگر آپ نے دیکھا نہین صاحب
حالی تو ابھی آپ مین موجود رہا ہے
واللہ کہ خون ہوتا ہے پڑہکر جگر ہمکو
کس حال سے حالی نے قصیدہ یہ لکہا ہے

خلاصہ قصیدہ الغیاثیہ حالی

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تہا وطن سے
پردیس مین وہ آج غریب الغربا ہے
وہ دین ہوئی بزم جہان جس سے چراغان
اب اس کی مجالس مین نہ بتی نہ دیا ہے
جو دین کہ گردون مین بلا تہا فلک کی
وہ عرضہ تیغ جہلا و سفہا ہے
دیکھے ہین یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے
یہان نکلے مین سو دکہ دم نکلے تو اربکے
اور نشہ روان خبر مین مدت سو شاہی
ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں مین پر آب ہے باقی نہ صفا ہے
گر دین کو جو کچھ نہین ذلت سے ہماری
امت تیری ہر حال مین راضی برضا ہے
ہم نیک ہین یا بد ہین پر آخر ہین تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے
ڈر ہے کہین یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دور زمان میٹ رہا ہے
سوتے ہین کہان مولوی الطاف حسین آج
کیا یاد نہین اونکو یہی اپنی لکہا ہے
اسلام کی جانب سے وکیل اونکو بناکر
ہر مولوی و مفتی کی گویا یہ صدا ہے
ان حالی گستاخ ذرا آنکھ تو کہول
منظور خدا آپکی یہ عرض و دعا ہے
ہر جبکہ یہ الہ کا ہے آپ پہ احسان
کیون ان کی قساوت نے نہین پھیر لیا ہے
حالی نے اگر حالت موجود پہ لکہا
کیون مرسل یزدان سے مونہہ موڑ رہا ہے
باز آو یہ مختار پیغمبر کہان تک
تم جس سے جدا ہوتے ہو وہ ظل خدا ہے
بو جہل کے احوال سے عبرت کرو حاصل
انجام تو معلوم ہے جو اس کا ہوا ہے
طاعون نے جو چھوٹے گی لمنہ تک جگہ کو
آغوش مین آ کر اسے کیا جانا روا ہے
اے اہل جہان آج یہ کیا ڈہنگ نیا ہے
کیون بغض و عداوت پہ ہر اک شخص تلا ہے
صادق کی اگر تم کو نہین طاقت تصدیق
بدگوئی پہ کس نے تمہین مجبور کیا ہے
کیون گالیان دینا تمہین خوش آتا ہے اگر تو
بتلاؤ قصور آپ کا کیا ہمنے کیا ہے
کچھ سوچ کے جانے کرو اپنی تو روش
گر سلطنتین اور قوم مین ملک بکے
پچھلون کے فسانے نہین کیا یاد بشر کو
مغضوب علیہم کا تو کچھ ذکر سنا ہے
پتھر بھی کمبل چلائے ہین جب خوف خدا ہے
اب دیکھو کیا اپنے سینہ مین دیکھا ہے
یہ موج نے کہا ہے بڑے جوش سے آ کر
دیکھین گے اے آپ یہ کیا اسکی ہوا ہے

مذاہب عالم

دیانۃ الاوسترالتین

یعنی آسٹریلیا والون کے اعتقادات

(ترجمہ از الہلال)

آسٹریلیا بحر اوقیانوس مین ایک عظیم الشان جزیرہ ہے جسکی مساحت تیس لاکھ مربع میل ہے جبکہ پرتگال والون نے ابتدائی سترہوین صدی مین اسکو دریافت کر لیا تہا اہل یورپ ہی پر اعظم کے باشندون کو اسکی کچھ خبر نہ تھی۔ اس جزیرہ کے باشندے نہایت جاہل ہین سب سے بیشتر ہین باقی دنیا کے لوگون سے بہت ادنی خیال کئے جاتے ہین جب پہلے پہل یہ جزیرہ دریافت ہوا تو دیکھا گیا کہ اس کے باشندے کسی چیز کو سجدہ نہ کرتے تھے اور نہ لفظ خالق کے معنی سے آشنا تھے لیکن وہ ارواح خبیثہ کے معتقد تھے اور ان کا یہ اعتقاد تہا کہ ارواح خبیثہ رات کو سیر کرتے ہین اور لوگون کو سخت تکلیف پہنچاتے ہین اور منترون جادو و تعویذ و دہاگے اور جہاڑ پہونک سے شفا ہو جاتی ہے۔ اون کا گمان تہا کہ جادوگر اور جہاڑ پہونک والے لوگ دوسرے آدمیون سے بہت افضل و اعلے ہوتے ہین اور وہ ہوا مین اڑکر آدمیون کی نظرون سے غائب ہو جاتے ہین اور بارش برسانے اور بجلیان گرانے اور ہوائین چلانے پر قادر ہوتے ہین۔

آسٹریلیا کے لوگ خواب کو صحیح سمجھتے ہین اون کا اعتقاد ہے کہ بحالت نیند روح جسم سے الگ ہو کر دوسری ارواح کو ملتی ہے

آسٹریلیا کے بعض قبائل کا اعتقاد ہے کہ عالم کی بعض موجودات خود بخود پیدا ہو گئین اور پہر انہون نے باقی کائنات و موجودات کو پیدا کیا۔ وہ کہتے ہین آسمان مین ایک باپ ہے جسکے ہاتھ مین جملہ مخلوقات و موجودات کا تصرف ہے اور اس کے تین بیٹے ہین۔ کہتے ہین ایک خوفناک سانپ نے انسانون پر تسلط کیا ہوا ہے اور جملہ فساد و گناہون و بدیون کا وہی باعث ہے

جنوبی آسٹریلیا کے باشندون کا اعتقاد ہے کہ آفتاب و ماہتاب اور سارے ستارے زندہ اجسام مین ایسے جو کسی زمانہ مین آباد تھے پہر اوپر چلے گئے۔

جب کوئی آدمی انمین سے اچانک مرجاوے تو اوسکی موت کو کسی دشمن کے جادو سے منسوب کرتے ہین اور اوس دشمن کو ڈھونڈنے کا انہون نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اوسکی قبر کے گرد اگرد خوب جھاڑ و بہاڑ کر دیتے ہین اور مٹی کو ہموار کر دیتے ہین کہ جو چلنے والے کے قدم اوس پر ظاہر دکھائی دین خواہ وہ سیر کرنے والا کیڑا ہی چلنے والا ہو پہر پہلے پہل جو حیوان و جانور اس مقام مین چلے اسکی قدم کی رخ کی طرف دشمن کو سمجھتے ہین جس طرف کو جان لین تو میت کے قریبی وارث کو مقرر کرتے ہین کہ وہ اس طرف چلا جاوے جب سامنے سے کوئی خیمہ یا گہر آجائے وہان ٹہر جاتا ہے اور دشمن وہان گمان کیا جاتا ہے بعض اوقات اسیطرح اون کو کئی سو میل جانا پڑتا ہے۔

جب وہ اپنے سامنے کے کسی گہر مین جا پہنچتا ہے تو وہان جا ٹہرتا ہے اور صاحب خانہ مین سے کسی ایک کو ساحر گمان کرتا ہے اور ان کے لئے ایک دعوت کہانا تیار کرتا ہے جو شخص اوس طعام متبرک کی طرف بڑہا اوس کو باعث بہ اون مین جادوگر سمجھکر مار دیتا ہے۔

ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ جو مردہ دفن نہ کیا جاوے اوسکی روح ارواح خبیثہ مین جا ملتی ہے جو زمین مین بھٹکتے پہرتے ہین۔

بعض اہل آسٹریلیا کا اعتقاد ہے کہ اونکی روحین خلیج سبز کے جزیرون مین رہتی ہین

جو اہل کوینز لینڈ کے بعض لوگون کا اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد اون کے چہرے سفید ہو جاتے ہین اون کے اس اعتقاد کی اصل یون ہے کہ ابتدا مین جب اون کا کوئی مر جاتا تو اوس کو وہ خود کہا لیتے تھے۔ جب سیاہ فام آدمیون کا چمڑا اتارتے تو چمڑے کے نیچے سے سفید چربی دکہکر ان کا یہ اعتقاد ہو گیا کہ روحین سفید ہین اون کے اس اعتقاد کی یہ بات بھی موید ہوئی کہ جب انہون نے اول دفعہ سفیدی دیکھی تو اس کو انہون نے اپنے گذشتہ مرے ہوئے مردون کی روحین گمان کر لیا مشہور ہے کہ بعض نے ذکر کیا ہے کہ ایک عورت جس کا بیٹا جنگ مین مارا گیا تھا جب انگریز کا ایک آدمی دیکھا تو گمان کر کے سخت روئے اور پکار اٹہے ہان ہان بعینہ یہ وہی میرا بیٹا ہے۔ آسٹریلیا والون کے نزدیک ماتم کیلئے طریقے ہین۔ جب کوئی رئیس حاکم مر جاتا تو اوسکی لاش کو کسی درخت پر رکھکر جلا دیتے ہین اکثر بیوہ عورتین اپنے سر منڈوا لیتی ہین ان کے ماتم کا رنگ سفید مقرر ہے۔ جب اون کا کوئی آدمی مر جاوے یا گم ہو جاوے تو سفید پر ماتمی نشان کر کے پہنتے ہین ان بعضون کا اعتقاد ہے کہ مرنے کے روح زندہ ہو جاتی ہین اور وہ اکیلے بھٹکتے پہرتے یا کسی دوسرے جسم مین داخل ہو جاتی ہے اہل آسٹریلیا دوسری حالت کو افضل سمجھتے ہین اس لئے کسی خویش و قریبی کے مرنے سے بہت تضرع و زاری مین رہتے ہین کہ مبادا اوسکی روح م

ہو کے کہین اکیلی بھٹکتی نہ پہرتی ہو اور کسی آرزو کردہ کے جسم مین داخل ہو بعضون کا یہ اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد روحین آسمان کے بلند مقامات مین چڑھ جاتے ہین اور اپنی اجسام کو کبہی کبہی دیکھنے کیلئے اترا کرتے ہین